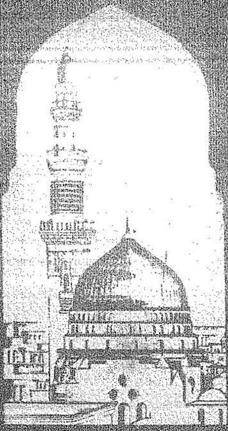


خدام الدین
لاہور پاکستان

نظام شریعت نمبر

نظام شریعت کانفرنس

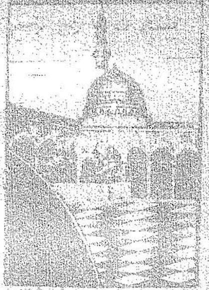
ہو رہا ہے اجتماعِ اتفاق لاہور میں — اے مسلماں! اُٹھ ذرا تُو جلد آ لاہور میں
عالمانِ دینِ حق اور شاعرِ شیریں بیاں — نعرۂ حق کی لگائیں گے صدا لاہور میں
نعرۂ تکبیر سے پھر گونج اُٹھے گی فضا — دینِ قیّم کا علَم لہرائے گا لاہور میں
چڑھ کے منبر پہ پکاریں گے محبّانِ وطن — دیکھنا باطل کو تم تھرّائے گا لاہور میں
اس مقدس اجتماع میں اہلِ حق کے قافلے — دیکھ کر سارا جہاں آ جائے گا لاہور میں
دینِ حق کی سربلندی اور عظمت کے لیے — بے گماں آئیں گے مردانِ خدا لاہور میں
ہے ہمارا مدعا اسلام کا دستور ہو — منعقد یہ اس لیے جلسہ ہوا لاہور میں
درد ملت حبِّ دیں کا قلب میں جذبہ لیے — آئیں گے پیر و جواں سب رہنما لاہور میں
عزم و استقلال سے ہے ڈٹ گیا ہر مردِ حق — ہو گیا اللہ کا لطف و عطا لاہور میں
اس مقدس اجتماع کے جبکہ ہیں مفتی امیر — کیوں نہ پھر اس اجتماع کا ہو مزا لاہور میں

داعیانِ حق کا یہ اجلاس انور دیکھ کر
اِک حسین منظر نظر آنے لگا لاہور میں

حافظ نور محمد انور

۶۰ پیسے

۲۱ مارچ ۷۵ء



احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب
انور رشید ندوی

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات عقل کی سرحد سے بلند اور مخلوق کے قیاس سے باہر ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَاْتِی الشَّیْطٰنُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا مَنْ خَلَقَ کَذَا حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَهٗ ذٰلِکَ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ وَلْیَنْتَهِ (رواہ الثلاثہ)

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان تمہارے پاس آتا ہے اور کہتا ہے۔ یہ چیز کس نے پیدا کی؟ یہ چیز کس نے پیدا کی؟ یہاں تک کہ وہ کہتا ہے کہ اچھا بتاؤ تو تمہارے پروردگار کو کس نے پیدا کیا؟ جب یہاں تک نوبت پہنچے تو خدا کی پناہ لینا چاہیے۔ اور اس کے ساتھ سوال و جواب کا سلسلہ ختم کر دینا چاہیے۔

شیطان کن کن راستوں سے داخل ہوتا ہے اور کون کون سے وساوس میں مبتلا کرتا ہے۔ ان کی تفصیل کا یہ موقع نہیں تفصیل کے لیے امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کا مطالعہ کریں یہاں شرح حدیث کے لیے صرف اتنا لکھ دینا ہی ضروری ہے کہ اس کے بہکانے کا ایک راستہ یہ ہے کہ وہ پہلے دماغ میں سوالات کا ایک مرتب سلسلہ قائم کر دیتا ہے اور نہایت سادگی کے ساتھ اسی ضمن میں ایک غلط کلیہ ذہن نشین کر دیتا ہے جو بظاہر بہت درست نظر آتا ہے۔ مثلاً یہ بات تو درست ہے کہ مخلوق کے دائرہ میں جہاں اور جس طرف نظر اٹھاؤ خالق کا سوال بجا ہی نظر آئے گا کہ جو چیز موجود ہے اس کا کوئی خالق ضرور ہے۔ اس قاعدہ کلیہ کو تسلیم کرنے کے لیے اس مشاہدہ سے زیادہ سہل طریقہ اور کیا تھا مگر اس کے بعد اب یہ وسوسہ کہ اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے دائرہ میں شامل کر کے یہ سوال اٹھاتا ہے کہ جب کلیتہً ہر چیز کے لیے خالق ہونا مسلم ہو گیا تو پھر اللہ کے لیے بھی کوئی خالق ہونا چاہیے۔ اگر یہ سوال غلط در غلط تھا کیونکہ اللہ اسی کو کہتے ہیں جو سب کا خالق ہو اور کسی کی مخلوق نہ ہو۔ پھر اس کے بارے میں خالق کا سوال کرنا متناقض سوال ہے مگر وسوسہ ایسی ہی باطل حقیقت کا نام ہوتا ہے۔ بسا اوقات خود انسان کا ضمیر بھی اس پر نفرین کرتا ہے مگر دل ہے کہ تذبذب میں ڈوبا چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب ایک مسلسل اور مرتب مشاہدہ کے بعد دل میں ایک بات اثر کر جاتی ہے تو اس کی تردید کے لیے جب تک اسی درجہ کا مرتب و مسلسل مشاہدہ نہ ہو اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ مگر یہاں سوائے ایک اللہ کے اور کوئی ایسا ملتا ہی نہیں جس کا خالق کوئی نہ ہو اس لیے ذہن اندر ہی اندر اپنے قدیم تاثر کے ماتحت خالق کے لیے خالق کا مطالبہ کرتا ہی رہتا ہے۔ عقل گو ہزار دفعہ اسے سمجھاتی ہے مگر اپنی آنکھوں کا مشاہدہ اسے بار بار الجھا دیتا ہے۔

آج کل ہمارے تعلیم یافتہ نوجوان بھی مصنوعات عالم کا سطحی مطالعہ کر کے ایک قاعدہ ذہن نشین کرتے ہوتے اور اس کا نام فلسفہ رکھ لیتے ہیں اور اسی کی بنا پر الہٰیات کے علاوہ خالق اور عالم غیب کے بہت سے ماوراء عقول اسرار کا نہایت دلیری سے انکار کر دیا جاتا ہے۔ اور یوں دنیا ہے کہ صانع کو مصنوع پر قیاس کر کے اپنے بے عقلی کا ہر روز نیا ثبوت دیتی رہتی ہے۔

شریعت نے متنبہ کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات عقل کی جولانگاہ نہیں بن سکتی اس کی ذات و صفات عقل کی سرحد سے بلند تر ہیں۔ غور و فکر کا دائرہ مخلوق خالق نہیں اور بیرون از قیاس ہمیشہ قیاس سے باہر ہی رہے گا۔ خدا تعالیٰ کا خالق ہونا بدیہی ہے۔ یہاں یقین و معرفت کا راستہ صرف وہ وجدان ہے جو ہر شخص اپنے دل میں بلا غور و فکر محسوس کرتا ہے بشرطیکہ شکوک و شبہات سے اس کو مکدر نہ کیا جائے۔ اس فطری سوز کے ساتھ اگر ساز نفس آفاق کی آواز سنو تو اس کے ہر تار سے ایک ہی نغمہ سنو گے اور وہ خدا تعالیٰ کی خالقیت کا اقرار ہوگا۔

(باقی [illegible])

قائد اسلامی انقلاب حضرت مولانا مفتی محمود مدظلہ العالی

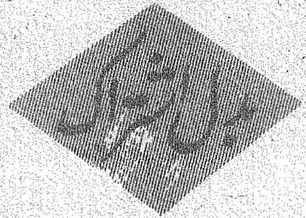
بسم اللہ الرحمن الرحیم



۷ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ ھ
۲۱ مارچ ۱۹۷۵ ء

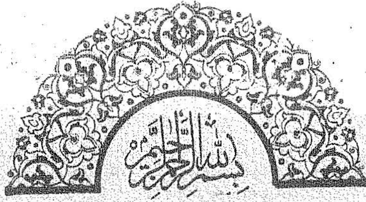
جلد [illegible]

شمارہ ۴۳



سالانہ	۲۶/- روپے
ششماہی	۱۴/- روپے
سہ ماہی	۷/- روپے
فی شمارہ	۶۰ پیسے

چیف ایڈیٹر
جانشین شیخ التفسیر
مولانا عبید اللہ انور



معاہدہ ۶ فروری

"نئے پاکستان" کی موجودہ برسر اقتدار پارٹی کے چیئرمین کی "حاکمانہ زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنے والے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آنجناب کے ذہن میں یہ تصور و تخیل ہے کہ اس ملک کی قسمت کا بلا شرکت غیرے مالک بن جاؤں اور سیاہ و سفید پر میرا ہی تسلط ہو۔ اور اپنی اس "خواہش" کے معاملہ میں وہ اتنے حساس واقع ہوئے ہیں کہ خود اپنی پارٹی کے ان لوگوں کو برداشت کرنا ان کے لیے مشکل ہے جو ایک فی صد بھی ان کے طریق کار کی مخالفت کریں۔

جب وہ یہ ذہن رکھتے ہیں اور اس کی وجہ سے اپنوں کو بھی معاف نہیں کرتے تو "بیگانوں" کو کیسے معاف کریں گے؟

یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے دن سے سیاسی مخالفین کو عملی میدان سے ہٹانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس سلسلہ میں ضمیر کی خرید و فروخت اگر کھلے بندوں ہوتی ہے تو جھوٹے مقدمات کا چکر بھی چلتا ہے۔ اس کے علاوہ کردار کشی کی مکروہ رسم تو بڑی شد و مد سے جاری ہے لیکن جب کبھی وہ مشکلات محسوس کرتے ہیں تو پھر حزب اختلاف کے نام کی دُہائی دی جاتی ہے ان کو منوانے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا جاتا ہے بات چیت کی طرح ڈال کر معاہدوں کا سلسلہ ہوتا ہے۔

اور حزب اختلاف جو عددی اعتبار سے بہت قلیل ہے اس نے ملک و ملّت کی خدمت کے لیے اور اسلامی نظریۂ حیات کی ترویج، استحکام ملک اور مختلف النوع مسائل کے حل کے لیے ہمیشہ ہی دستِ تعاون بڑھاتی ہے۔ اور اس نے کبھی بھی کسی چیز کو اپنے ذاتی وقار کا مسئلہ نہیں بنایا بلکہ جماعتی اور ذاتی سوچ و فکر سے بالاتر ہو کر ہمیشہ ملکی اور قومی انداز سے سوچا اور حکمرانوں کو جس حد تک

ڈھیل دینی ممکن ہے دی۔

اس کے باوجود ستم ظریفی کی حد ہے کہ حکمران ٹولہ وعدوں اور معاہدوں کی پاسداری نہیں کرتا بلکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ معاہدہ کی سیاہی خشک نہیں ہونے پاتی کہ اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں بکھیرنا شروع کر دی جاتی ہیں۔

اس انداز سے جتنے معاہدوں کی مٹی پلید کی گئی ان کی خالی فہرست ہی اتنی طویل ہے کہ جس کا شمار ممکن نہیں۔ اس وقت صرف ایک معاہدہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے تاکہ حکمران پارٹی کا کردار واضح ہو سکے۔

قارئین کو یاد ہو گا کہ جنوری کے اواخر میں قومی اسمبلی کے ایک ممبر کو سپیکر صاحب نے اجلاس سے نکال دیا اس پر احتجاج ہوا لیکن یہ بات نہ بنی تو مجبور ہو کر بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس بائیکاٹ کی پشت پر اس فوری وجہ کے علاوہ بھی کچھ وجوہات تھیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی۔ کہ بل، آرڈی ننس ترامیم وغیرہ کے معاملے میں حزب اختلاف کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی اور اپنی اکثریت کے بل بوتے پر ہر حرکت کی جاتی تھی۔ بہر حال جب حزب اختلاف نے یہ دیکھا کہ ہماری کچھ نہیں چلتی۔ اور یہاں بیٹھنا نہ بیٹھنا برابر ہے تو اس نے بائیکاٹ کر دیا۔ بائیکاٹ کے بعد بوجوہ گورنمنٹ کو مصیبت پڑ گئی۔ اس نے کوشش کی تاکہ حزب اختلاف سے بات چیت ہو چنانچہ ایک بار پھر حزب اختلاف نے تعاون کی اس پیش کش کا خیر مقدم کیا اور اپنے جماعتی مفادات قربان کر کے ملکی اور قومی مفادات کی نگہداشت کی۔ اس بار جو گفتگو ہوئی اس میں حکومت کے چند ذمہ دار وزراء تھے جبکہ اپوزیشن کی طرف سے میرے سمیت چند اور ساتھی تھے۔ گفتگو اور تبادلہ خیالات کے بعد ایک معاہدہ کیا گیا جس کو معاہدہ "۱۶ فروری" کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ جسے اسمبلی میں پڑھا گیا اور ایوان نے اس کی منظوری دے دی۔

لیکن اس معاہدہ کے معاً بعد سرحد کے وزیر داخلہ شیرپاؤ دھماکہ کا شکار ہو گئے تو حکومت نے جھنجلاہٹ اور بے جا جذبات کی وجہ سے وہ وہ حرکتیں کیں کہ معاہدہ کی روح تباہ ہو گئی اور معاہدہ حقیقت کی کہہ مکرنی بن گیا۔

ہم نے اس پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ ممبران پارلیمنٹ کے حقوق کا کچھ تحفظ تو ہو گا اور بزنجو، مری، مینگل جیسے بہادر، مخلص اور محب الوطن ممبران اسمبلی بھی کسی نہ کسی درجہ میں اسمبلی میں شریک ہو سکیں گے۔ کیونکہ وہ بیچارے ۲ سال کے عرصہ سے نظر بند ہیں۔ پہلے تو وزیر اعظم سمیت متعدد افراد ان سے ملاقاتیں کرتے رہے انہیں پیش کش کی جاتی رہی کہ اقتدار سنبھال لو وغیرہ ذالک یہ گویا ان کی بے گناہی کا اعتراف کیا لیکن جب وہ لوہے کے چنے ثابت ہوئے کہ کسی طرح دام فریب و تزویر کا شکار نہ ہوئے۔ اس کے بعد مقدمات کا سلسلہ چلا۔ اب چونکہ معاملہ کورٹ میں ہے جس کا احترام ضروری ہے۔ اس لیے تبصرہ کی چنداں ضرورت نہیں اور اور نہ مناسب ہے لیکن بہر حال اس معاہدہ پر عملدرآمد کرنے سے شاید انہیں اسمبلیوں میں شرکت کی اجازت تو مل ہی جاتی لیکن یہ تو رہے اپنی جگہ عبدالولی خاں اور اس کی پارٹی کے اکثر ممبران اسمبلی اور سینیٹرز حضرات و ممبران صوبائی اسمبلی عین اجلاس کے دوران گرفتار کر لیے گئے اور انہیں اپنے حقوق سے محروم کر دیا گیا۔

حالانکہ حکومت ایسا کرنے کی قطعاً مجاز نہ تھی۔ کیونکہ یہ گرفتاری قانون کا منہ چڑانے کی ایک بھونڈی کوشش تھی۔ اس کے بعد اپنی اس حرکت کو مشرف بہ آئین کرنے کے لیے آئینی ترمیم کا ڈول ڈالا۔ اور وہ آئین جو چند ہی پہلے تھا ایوب خان کے آئین کی طرح "ترامیم" کا نشانہ بن گیا۔ اور اس ترمیم کے ذریعہ ممبران اسمبلی اور سینیٹر حضرات قانون نظر بندی کے درجہ میں آ گئے۔

اس ترمیم کے معاملہ میں حزب اختلاف کو اعتماد میں لینا بڑا ضروری تھا کیونکہ معاہدہ ۱۶ فروری کی ایک شق یہ بھی تھی کہ اس قسم کی چیزیں باہمی مصالحت و تعاون سے سوچ بچار کے بعد اسمبلی میں پیش کی جانی چاہئیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور اپنے ایک جرم کے لیے آئینی جواز مہیا کرنے کی غرض سے اس ڈرامائی

تقریب کا اہتمام کیا گیا۔

حزب اختلاف وسعت قلبی اور ملک دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے پھر بھی اسمبلی گئی ۶ رفروری کا معاہدہ یاد دلایا لیکن جب دیکھا کہ بات نہیں بنتی تو مجبوراً بائیکاٹ کرنے کا فیصلہ کیا۔

وہ دن گزرے مارچ کے ابتدائی دنوں میں پھر مجھے اور میرے ساتھیوں کو گفتگو کے لیے بلایا گیا ہم نے ایک دفعہ پھر خوش آمدید کہا محض اس لیے کہ ملک و قوم کے شدید تقاضے تھے۔ لیکن اس گفتگو کا بھی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا اور ممبران حزب اختلاف اسی طرح اسمبلیوں سے باہر ہیں۔ جب اسمبلی کے ممبران حزب اختلاف مجبور ہو کر ایسا کریں گے اور ہوائی رفتار سے آرڈیننس، بل وغیرہ منظور ہوں گے تو جو جگ ہنسائی ہوگی وہ ہمارے ان بزرجمہروں کے علم میں نہیں؟

بین الاقوامی طور پر ہم رسوا ہو رہے ہیں دنیا کے بڑے ممالک میں کوئی بھی ہمیں عزت کی نظر نہیں دیکھتا۔ آخر کیوں؟

اور اس کے ساتھ اس صورت حال سے تلخی اور نفرت کی فضا پیدا ہو رہی ہے جس کے نتائج کسی وقت بھی اندوہناک ہو سکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور بڑا قومی نقصان ہے اور وہ یہ کہ معاہدوں کی پاسداری کرنا قرآن و سنت کے اعتبار سے کتنی ضروری ہے۔ اور ان کو توڑنا کس قدر ظالمانہ فعل ہے اور کتنا خدا ان سے ناراض ہوتا ہے۔

لیکن ہمارے حکمران کو نہ خدا کی ناراضی کا ڈر ہے نہ ملکی اور غیر ملکی افراد کی طعن کا تشنیع کا خوف؟ نہ ملک کا احساس نہ ملت کی پرواہ؟

آخر ایسا کیوں ہے؟ وہ کیا چاہتا ہے؟ اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ملک کسی کی جاگیر نہیں، یہ ملک عوام کا ہے، مسلمانوں کا ہے اور ان کا ہی ضابطہ یہاں چلے گا۔

جہاں تک حزب اختلاف کا تعلق ہے اس نے نہ پہلے ذاتی اور جماعتی مفادات کی پروا نہ کی نہ اب کریگی وہ قومی طریق سے سوچتی ہے اور اسی طرح ہی سوچے گی لیکن عزت نفس کو ٹھیس پہنچانا، حکمرانوں کے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ کہنا اس کے بس میں نہیں۔

ہم نے بڑے بڑے معاہدے کیے، کئی بار گفتگو کی۔ لیکن نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات رہے۔ اب کسی نئے معاہدہ کا نہ مسئلہ ہے نہ ضرورت، اب تو ۶ رفروری کی طرف لوٹ کر جانے کی ضرورت ہے۔ اگر ایسا ہوگیا تو بسم اللہ ورنہ ملک و ملت کی ٹھوس خدمت کی کوئی راہ یقیناً نکالیں گے اور ملک پر کسی قسم کی آنچ برداشت نہیں کریں گے۔

حکمرانو! ۶ رفروری کی طرف لوٹ آؤ تاکہ تمہارا بھی بھلا ہو اور قوم و ملت کا بھی، ورنہ نوشتہ دیوار پڑھو اور ہوش کرو۔

9.3.75

خفیہ سازش گہری چال

حیا عنقا، وفا غائب، ستم حاضر، غضب وافر
خدا رکھے بہت سی خوبیاں ہیں شہریاروں میں

علماء کی عزت نفس کو مٹانے کے لیے حکومت کے قائم کردہ محکمہ اوقاف کے یتیم خانہ میں علماء کے خلاف چند سیاسی سانڈ سر جوڑ کر جگالی کرتے اور علماء کو بدنام کرنے کی قادیانی مہم کو انجام دینے کے لیے ایک عرصہ سے چونچیں لڑاتے ہیں اور ادھر حکومت نے سرکاری تحویل میں چلنے والے کالجوں کے ساتھ ساتھ پرائیویٹ دینی اداروں کی تلاش کا ڈھونگ رچا کر اسلحہ اور شراب کی برآمدگی شروع کر دی ہے۔ یہ تمام کارروائی دراصل اس خفیہ سازش اور اور گہری چال کا ایک حصہ ہے۔ جس کے تحت دینی اداروں کو سرکاری میں لینے کی کوشش کی گئی تھی۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں عراقی سفارت خانہ سے برآمد ہونے والے اسلحہ کی طرح یہ اسلحہ بھی نمائشی ہے۔

مسلمانان پاکستان کے نزدیک حکومت کا یہ طرز ستم سخت قابل اعتراض ہے۔ اگر حکومت اپنے ناجائز ہتھکنڈوں سے باز نہ آئی تو دینی حلقے فیصلہ کن قدم اٹھانے پر مجبور ہوں گے

خون اسرائیل آجائے گا آخر جوش میں
توڑ دے پھر کوئی موسیٰ طلسم سامری

(اختر کاشمیری)



مسلمان داعی و مبلغ کی حیثیت سے دعوت حق کا فریضہ انجام دے

اصل ذکر احکام الٰہی کی اطاعت ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم العالی

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ الآیہ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیر امت بنایا لیکن یہ اعزاز اس لیے ہے کہ مسلمان داعی و مبلّغ کی حیثیت سے معروف یعنی نیکی کو پھیلانے اور منکر یعنی برائی کا قلع قمع کرنے کے لیے اپنی زندگی وقف کر دے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً کا حکم ارشاد فرمایا۔ وہ اسی لیے کہ مسلمان اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور داعی الی الحق کا فریضہ سرانجام دے۔

لیکن یہ کام وہ لوگ زیادہ بہتر طریق سے کر سکتے ہیں جن کی اپنی زندگی عمل کے سانچہ میں ڈھلی ہوتی ہے۔ جب عملی کمزوریاں انسان کی فطرت و طبیعت میں موجود ہوں تو پھر داعی الی اللہ کی حیثیت سے اس کی کاوش و کوشش اصل رنگ نہیں لایا کرتی۔ اسی وجہ سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدْعِ نَفْسَکَ اَوَّلاً ارشاد فرمایا کہ پہلے اپنے آپ کو سنوارو، اپنی اصلاح کرو۔

آج کل کے دور میں ہر جگہ اور ہر مقام پر مسلمان کی زبوں حالی اور پریشانی و ذلت کی اصل وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے فرائض کے معاملہ میں خطرناک قسم کی غفلت کا شکار ہے۔ اگر تھوڑا بہت کسی درجہ میں کوئی نیکی کا کام کرتا بھی ہے تو اس سے بھی اصل نتائج برآمد نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ اسلام اپنی جامعیت کے اعتبار سے مکمل دستور العمل اور ضابطۂ حیات ہے اور داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآنی احکامات و معارف کا عملی پیکر، لیکن مسلمان زندگی کے اکثر و بیشتر مسائل میں صریحاً احکام الٰہی کی نافرمانی کرتا ہے، اعراض و غفلت کا مظاہرہ کرتا ہے اور کسی وقت تھوڑا سا نیکی کا معاملہ بھی اختیار کر لیتا ہے لیکن جیسا کہ عرض کیا اس صورت میں مقدر کی تاریکی چھٹ نہیں جایا کرتی۔

مقدر کی تاریکی کا ایک ہی صورت میں ازالہ ہو سکتا ہے یعنی یہ کہ انسان ہر حال، ہر لمحہ اور ہر آن الٰہی اور ربانی ہدایات کو سامنے رکھے۔

انسان کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت و یاد الٰہی ہے لیکن اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ عبادت اور یاد الٰہی کا اصل مفہوم اطاعت خداوندی ہے۔

حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ تعالیٰ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو احکامِ الٰہی کی اطاعت کرتا ہے حقیقت میں وہی ذاکر ہے۔

کیونکہ جب یہ حقیقت واضح ہے کہ انسان کا مقصد تخلیق ہی عبادت و ذکر الٰہی ہے تو ظاہر ہے کہ یہ لمحہ دو لمحہ کا تو کام نہیں بلکہ ہر وقت کا کام ہے اور یہی حضور علیہ السلام کا عمل ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔ کَانَ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ کہ آپ ہمیشہ ذکر میں مشغول رہتے تھے۔

اب انسانی زندگی میں لاتعداد مسائل ہیں۔ سیاست، تمدن، معیشت، تہذیب، اخلاق، کردار، تجارت، مزارعت وغیرہ ذالک۔

ذکر کا یہ مفہوم نہیں کہ آدمی دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو کر مسجد و کمرہ کے گوشہ میں بیٹھ جائے۔ کیونکہ یہ رہبانیت ہے۔ اور اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اسلام تو وسط سمندر میں کھڑا کر کے دامن کو بچانے کی تلقین کرتا ہے۔

اس لیے اللہ والوں نے دست بکار دل بیار کا اصول وضع فرمایا اور وہ یوں کہ انسانی زندگی کے وہ مسائل جو مالک حقیقی نے انسان کے ذمہ لگائے ہیں ان کو بھی پوری طرح ادا کرے اور ذاکر بھی رہے دونوں کام یوں ہی ہوں گے کہ رات دن کا ٹائم ٹیبل ہو، وقت پہ نماز وقت پر دوسرے فرائض۔ اور ہر فریضہ ادا کرتے وقت دل اللہ کی طرف متوجہ ہو، زبان یادِ الٰہی سے تر ہو۔ اور ملازمت، زراعت، تجارت جو بھی مشغلہ ہے اس میں ربانی ہدایات پیش نظر ہوں۔ اس طرح تو انسان کامیاب و کامران ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔

حضرت سعید خدری کے ارشاد کا یہی مطلب ہے ورنہ عیسائیت کی طرح مذہب اور مذہب کے چند احکام کو اپنی سوچ و فکر سے متعین کر کے انسان کا ذاتی معاملہ قرار دے لینا اور باقی زندگی میں ربانی ہدایات کو نہ اپنانا خسر الدنیا والاخرۃ کا مصداق ہونے کے مترادف ہے جب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی پر عمل نہ ہوگا اور آپ کے اسوۂ حسنہ و مقدسہ کو پوری طرح اپنایا نہ جائے گا اور محض تسبیح و ذکر یا تلاوت جیسے کام اختیار کر لیے جائیں گے تو یقین کیجیے کہ یہ صورت عنداللہ قطعاً قابل قبول نہیں ہو گی۔ آخر آپ کا رزم و بزم سے، صلح و جنگ سے، دوستوں دشمنوں سے سبھی سے واسطہ پڑا اور آپ نے ہر موڑ پر پیغمبرانہ ہدایات دیں عمل کر کے دکھلایا۔ حقوق اللہ اپنے وقت اور حقوق العباد اپنے وقت میں ادا کیے۔ یہ طریق اپنا کر مسلمان دونوں جہان کی سعادتوں کا مستحق بن سکتا ہے ورنہ محض ہوا و ہوس سے چند چیزوں میں مشغول رہ کر اپنے کو رحمت الٰہی کا مستحق گردانا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے اور اس سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو زندگی کے تمام معاملات میں اپنی ان ہدایات کا پابند بنائے جو پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

پھر مخلوق کا ہر ذرہ اُس کے وجود کی ایک بدیہی دلیل نظر آئے گا۔

وسوسہ کیا ہے؟ انسان کی خود اپنے نفس کی تراشیدہ باتیں ہیں۔ اس وسوسہ کو جتنا ختم کیجیے ختم نہیں ہوتا۔ اس لیے معالج حقیقی نے اس دشمن پر فتح حاصل کرنے کے لیے چار باتوں کا امر فرمایا:۔

۱۔ اپنے آقائے حقیقی کی پناہ لینا۔
۲۔ تذلیل خصم بقول جواب جاہلاں باشد خموشی۔
۳۔ ذکر اللہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ۔
۴۔ تجدید ایمان۔ مبادا کہ وساوس کے نشتر نے کہیں ایمان زخمی کر دیا ہو تو اس کی تلافی ہو جائے۔ جیسا کہ مسلم شریف کے لفظ میں ہے۔

واللہ اعلم وھو یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

جواہر ریزے

تینوں کو یاد رکھیں	:	نصیحت، احسان، موت
تینوں کا احترام کریں	:	استاد، والدین، قانون
تینوں پہ ایمان رکھیں	:	خدا، رسولؐ، قیامت
تینوں کو عزیز رکھیں	:	ایمان، سچائی، نیکی
تینوں پہ قابو رکھیں	:	غصہ، زبان، دل
تینوں کی کوشش کریں	:	نماز، جہاد، رزق حلال
تینوں سے بچیں	:	آہ، فریاد، بددعا
تینوں کے لیے لڑیں	:	قوم، ملک، حق
تینوں کو ادا کریں	:	زکوٰۃ، فطرانہ، صدقہ
تینوں سے ہمیشہ بچیں	:	شیطان، غلیظ، جھوٹے

ملک محمد سلیم، جہلم

خطبہ جمعہ
۷ مارچ ۷۵ء
مرتب
سعید الرحمن علوی

قائد اسلامی انقلاب
حضرت مولانا
مفتی محمود مدظلہ

ہماری موت وحیات کا مالک اللہ ہے

پاکستان مسائلستان بن چکا ہے

جمعیۃ علماء اسلام کے قائد مفتی محمود متحدہ حزب اختلاف کے اجلاس میں شرکت کے لیے ۵ مارچ کی شام کو اسلام آباد سے لاہور پہنچے جہاں آپ نے ہوائی اڈہ پر ہی ایک ہنگامی پریس کانفرنس سے خطاب کیا جس میں حکومت کے ساتھ اپنے مذاکرات پر روشنی ڈالی ۶ مارچ کا سارا دن اجلاس کی مصروفیتوں میں گذارا اور رات کا اکثر حصہ یوں بسر ہوا کہ ملک کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے احباب اور کارکن آپ کے ارد گرد ہالہ کئے ہوئے تھے، ۷ مارچ کو چونکہ جمعہ تھا اس لئے احباب اور دوستوں کی خواہش پر آپ نے جامع شیرانوالہ میں خطاب کرنا منظور فرمالیا۔ شیرانوالہ کی مسجد نے قطب زماں حضرت لاہوری قدس سرہ کے درس وخطبات کا نورانی منظر ایک ایسا عرصہ دیکھا ہے اور آپ کے علاوہ متعدد اساطین ملت اور عمائدین قوم نے اس مسجد کے منبر ومحراب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا ہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک بجے کے بعد مسجد میں تشریف لائے تو عوام کے عقیدت دیدنی تھے اکاش بلند وبالا ایوانوں میں بیٹھ کر قوم کے حقیقی رہنماؤں کے متعلق غلط اندازے لگانے والے ہوش سے کام لیں۔

بہرحال آپ نے منبر پر تشریف فرماتے ہی پرسوز اور پُردرد لہجہ میں مختصر خطبہ مسنونہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا۔

کہ آج اس مبارک وقت میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ملاقات کا شرف نصیب فرمایا۔

یہ ملاقات ایسے وقت میں ہو رہی ہے کہ میرے لیے خطاب کی غرض سے عنوان کا تعین مشکل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج

تن ہمہ داغ داغ شد۔ پنبہ کجا کجا نہم

والی کیفیت ہوچکی ہے۔ ایک مسئلہ ہو تو اس پر گفتگو کی جائے یہاں ہزاروں مسائل ہیں بلکہ ملک مسائلستان بن چکا ہے۔

دوستان مکرم! انتظام خود اللہ تعالیٰ چلاتے ہیں اور انہی کی حکمت کے مطابق ہی نظام چلتا ہے۔ جہاں تک انسان کا تعلق ہے وہ اس بات کا مکلف ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے راستہ پر سیدھا چلتا جائے اور اسی راہ پر اپنی جد وجہد اور سعی وعمل جاری رکھے۔

جہاں تک مقصد کے پورا ہونے یا نہ ہونے کا سوال ہے اسے خدا پہ چھوڑ دے کیونکہ اس کا تعلق اسی کے ساتھ ہے۔

دنیا میں بہت سے پیغمبر آئے جنہوں نے کمال حکمت ودانائی سے اور پوری دلسوزی سے اپنا کام کیا لیکن نتیجہ صفر رہا۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور ایسے پیغمبر بھی آئیں گے جن کے ساتھ کوئی فرد نہ ہوگا يجيئ النبي وليس معه رجل ويجيئ آخر ومعه رجلان ويجيئ آخر ومعه رهط۔ یعنی کسی کے ساتھ ایک بھی نہ ہوگا کسی ساتھ دو اور کسی کے ساتھ ایک جماعت چند افراد پر مشتمل ہوگی۔

اس کا یہ مقصد نہیں کہ ان انبیاء نے تبلیغ میں کوتاہی کی ہے پیغمبر کے متعلق ایسا سوچنا بھی غلط ہے۔ انہوں نے کمال حکمت واخلاص سے اپنا مشن جاری رکھا لیکن ہدایت اللہ کے اختیار میں ہے جیسا کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ان قلوب بني آدم بين اصبعي الرحمٰن يقلبها كيف يشاء

اور حضور علیہ السلام کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ۔

دیکھا آپ نے یہ بات حضور علیہ السلام کو فرمائی جارہی ہے جن کو حکمت واچھی نصیحت کے ساتھ تبلیغ کا حکم تھا اور جن کی دانائی وحکمت کے برابر کسی کی حکمت ودانائی نہ تھی لیکن اللہ نے فرمایا کہ ہدایت اسے نہیں ملے گی جسے آپ چاہیں بلکہ ہدایت یافتہ وہ ہوگا جس کے متعلق خدا چاہے گا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کس میں ہدایت کی صلاحیت ہے۔

اس لئے مقاصد تک پہنچنے نہ پہنچنے کا سوال کبھی سامنے نہ آنا چاہیئے اور مایوسی قریب بھی نہ آنی چاہیئے کیونکہ مایوسی کافر قوم کا شیوہ ہے

لا تايئسوا من روح الله انه لا ييئس من روح الله الا القوم الكافرون۔

اس لیے مایوسی سے قطع نظر اس کی امید رکھنی چاہیئے کہ رات کی تاریکیاں

چھٹیں گی اور طلوع صبح ہو کر رہے گی۔

البتہ جس بات کی ضرورت ہے وہ ہے اجتماعی طور پر اپنے اعمال و کردار کا محاسبہ کرنے اور غلطیوں کی تلافی کرنے کی۔

یاد رکھیں جب عذاب آتا ہے تو پوری قوم لپیٹ کا شکار ہوتی ہے نیک و بد سب پس جاتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ روز محشر دونوں کا حشر جدا جدا ہوگا۔ تاہم یہاں اجتماعی گناہوں کے سبب جب عذاب آتا ہے تو سب پس جاتے ہیں

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً

حکومت ویسے بھی عوام کی نمائندہ ہوتی ہے اور بالخصوص آجکل نمائندگی ضروری ہے کیونکہ عوام کے ووٹ سے لوگ برسراقتدار آتے ہیں اس لیے جب وہ نمائندے ظلم کریں گے تو پوری قوم خمیازہ بھگتے گی۔

جہاں حکومت عدل کی راہ پر نہ ہو صراط مستقیم پر نہ چلے تو برکات اٹھ جاتی ہیں اور اگر وہ راہ راست پر ہو تو خدا کی ساری مخلوق آسمان زمین، چاند سورج ستارے جمادات نباتات سب اس کے حکم کی تعمیر کرتے ہیں۔ ایسے میں سمندروں میں پانی بغاوت کرتا ہے نہ طغیانی آتی ہے نہ زلزلے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور کا مشہور واقعہ ہے کہ زلزلہ آیا تو آپ نے درہ سے اسے مارا اور کہا جب عمر نے تیری پیٹھ پر ظلم نہیں کیا انصاف سے حکومت کی ہے تو تجھے خدا کی مخلوق کو ستانے کا کیا حق! تجھے رکنا ہوگا چنانچہ وہ رک گئی

اور حقیقت یہی ہے کہ خلیفۃ اللہ کے حکم کی ہر چیز اطاعت و فرمانبرداری کرتی ہے۔

لیکن جب ظلم و طغیان ہوگا تو پھر کہیں پر اب کا نیند تربیلا ٹوٹ کر تباہی مچادے گا تو کہیں پانی کم ہو جائے گا کہ بجلی کا قحط ہو جائے گا یہ قدرت کی طرف تنبیہات ہیں۔

اسی نوع کا واقعہ ہے ایک عادل بادشاہ بغرض شکار گیا راستہ میں ساتھیوں سے بچھڑ گیا اور دور نکل گیا دور ایک بستی میں پہنچا وہاں ایک باغ تھا شدت پیاس سے باغباں سے کہا تو اس نے انار کا ایک دانہ لیکر اسے نچوڑا پیالہ بھر گیا بادشاہ نے پی لیا۔ ایک دانہ سے پیالہ کا بھرنا اور پھر اس کی مٹھاس و ٹھنڈک نے اسے متاثر کیا جی میں سوچا یہ باغ تو میاں یہ سوچ کر ایک اور پیالہ طلب کیا اب وہی درخت تھا وہی انار تھے لیکن پانچ دانوں سے پیالہ بھرا شاہ نے وجہ پوچھی تو اس نے بے ساختگی سے کہا معلوم ہوتا ہے ہمارے بادشاہ کی نیت بدل گئی۔ وہ اسے جانتا نہ تھا کہ یہ بادشاہ ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ غلط نیت پر مواخذہ نہیں بلکہ مواخذہ عمل پر ہے جبکہ نیت صحیح پر ثواب یہ محض خدا کا فضل ہے۔ لیکن باغبان سمجھتا تھا کہ شاہوں کی نیتوں پر برکات کا دارومدار ہے اس لئے اس نے یہ جواب دیا جواب سنکر شاہ نے جی میں ہی توبہ کی اور آزمائش کے طور پر پھر پیالہ مانگا تو اسی طرح ایک دانہ سے پیالہ بھر گیا۔

وہاں محض نیت کا سوال تھا یہاں تو بدنیتیوں کا طوفان ہے! اسمبلی میں ایک تحریک التوا سامنے آئی کہ ریلوے میں چوری ہوتی ہے اس پر بحث کی جائے انہوں نے وضاحتی تقریر میں کہا کہ دو انجن چوری ہو گئے۔ حالانکہ انجن ایسا نہیں جو چھپایا جا سکے وہ صراط مستقیم پر سیدھا چلتا ہے لیکن یہاں دو انجن یہاں بھٹی میں ڈال دیئے گئے ڈکار تک کسی نے نہیں لیا۔ جہاں یہ حال ہو وہاں کیا کیفیت ہوگی!

اس کے علاوہ جو صورت حال ہے اس کا تصور مشکل ہے آج عزت، مال جان کے معاملہ میں ہر شریف آدمی پریشان ہے اور اس سلسلہ میں مطالبہ بھی مشکل ہے سرحد و بلوچستان میں نماز مغرب کے بعد گھر سے نکلنا مشکل بلکہ رات کو گھر میں چین نہیں۔

بازاروں اور شاہراہوں پر قوم کے بچوں کو ننگا کر کے پیٹنے کا قصہ سب کے علم میں ہے۔ تحریک بحالی جمہوریت میں ہمارے درکروں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک ہوا اس کے بیان سے بھی گھن آتی ہے لیکن کوئی پرسان حال نہیں۔

ابھی نیر باؤ تشدد کا شکار ہوا اسمبلی میں تعزیتی قرارداد پر حکومتی ارکان نے زمین آسمان کے قلابے ملائے۔ اس واقعہ کو ملک دشمن افراد کے سر تھوپا اور یہ کریں گے وہ کریں گے کا شور مچایا۔

میں نے اپنی تقریر میں واقعہ پر اظہار افسوس کیا کیونکہ بہرحال تشدد کا قصہ ہے جس کا ہمیں افسوس ہے ایک انسان کے خون کا ضیاع ہے لیکن میں نے کہا کہ اس معزز اسمبلی کا ممبر ڈاکٹر نذیر بھرے بازار میں مارا گیا کوئی استغاثہ نہ فریاد۔ لاہور کے قلب میں خواجہ رفیق چھلنی کر دیئے گئے کوئی پھانسی پر نہ لٹکایا گیا۔

عبدالصمد اچکزئی جیسے معمر سیاست دان گھر میں بم کا شکار ہو گئے کوئی ردعمل نہیں جبکہ ہر وقت ہم چلائے کہ تشدد کی سیاست بند کرو۔ یہ اچھا نہیں آج اتنا شور ہے۔

اب اس واقعہ کا توب خوب پروپیگنڈا ہے اسے اچھالا جاتا ہے پولیس زبردستی ہڑتالیں کراتی ہے اور اس واقعہ کی آڑ میں وہ غنڈہ گردی کی گئی کہ الامان پشاور کے بازاروں میں جمعیۃ علماء اسلام کا دفتر تباہ کر دیا گیا ۱۰۹ لحاف ملتان سے زلزلہ زدگان کے لیے آئے تھے وہ چارپائی بستر نون، تمام سامان غارت کر دیا گیا نقصان کا اندازہ ۱۸ ہزار ہے حاجی غلام احمد بلور کی دکان تباہ کی ایک لاکھ کا نقصان ہوا ارباب سکندر اور ان کے بھائی کے دفاتر تباہ کئے دوسری جماعتوں کے دفاتر لوٹے جلائے۔

گویا ایک ظلم کی آڑ میں ظلم کا ایک باب مرتب کر دیا گیا اور پھر اسی ظلم کی آڑ میں سیاسی مخالفین سے انتقام لیا جا رہا ہے ہزاروں افراد جیل میں ہیں سرحد کی جیلیں تنگ ہو چکی ہیں جیل کا عملہ مزید افراد لینے پر راضی نہیں۔

نیپ پر پابندی لگائی یہ بھی اسی واقعہ کا ردعمل ہے اور پھر غضب یہ کہ ضابطہ کے مطابق کسی جماعت پر پابندی کے بعد حکومت اس کا مقدمہ سپریم کورٹ میں لیجانے کی پابند ہے۔ محض الزام کچھ نہیں۔ الزام تو کسی پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس ضابطہ کے مطابق حکومت سپریم کورٹ میں گئی تو اب انتظار کی ضرورت ہے تاکہ سب حقائق سامنے آئیں لیکن مقبوضہ مرکز والا خان قیوم اسی لاہور میں آکر اس جماعت کو کچلنے برباد کرنے کی باتیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ فیصلہ آخری ہے سوال یہ ہے کہ یہ توہین عدالت نہیں؟ اس سے عدلیہ کا احترام مجروح نہیں ہوا؟

ہمارا مطالبہ ہے کہ خان اعظم کو توہین عدالت کی پاداش میں پکڑو اور اس کا محاسبہ کرو۔ اس نے اور اس کے آقاؤں اور اعوان و انصار نے سمجھ رکھا ہے ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔ ہم تم سے ضرور پوچھیں گے تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے جو تم نے احسان کیا ہے اور رہا ہے وہ واپس لے لو۔ ہماری موت و حیات کا مالک اللہ ہے ہمیں کسی کی پرواہ نہیں۔

باقی ہمیں خوشی ہے کہ آپ عدالت میں گئے ہمارا تو دیرینہ مطالبہ تھا کہ سالہا سال کے الزامات کا فیصلہ عدالت سے کراؤ اب جب تم عدالت میں گئے ہو تو اس کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ قبل از وقت شور نہ مچاؤ۔ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔

وزیر اعظم نے کہا ہے کہ اپوزیشن کو عدالت میں جانے کا حق ہے وہ عدالت میں جائے اپنا دفاع کرے لیکن سوال یہ ہے کہ عدالت میں کون جائے گا کالعدم نیپ کے تمام بنیادی ممبران جیل میں ہیں، ان کا ریکارڈ، دستور، منشور تاریخ اور ماضی سب سربمہر ہے فنڈز پر تمہارا قبضہ ہے۔ آخر دفاع اور صفائی کے لیے ریکارڈ کی ضرورت ہے اور وہ ہے نہیں یہ کہنا کہ جیل سے لاکر صفائی کا حق دیا جائے گا بے معنی بات ہے آخر اس طرح کیسے صفائی ہوگی؟

حق یہ ہے کہ انہیں جیل سے رہا کرو کیونکہ قید اور چیز ہے پارٹی کو بین کرنا اور چیز ہے! انہیں رہا کر کے اپنی مرضی کے وکلاء منتخب کرنے کا موقعہ دو۔

موجودہ پوزیشن میں حکومت کا کوئی احسان نہیں۔ اس نے جو حق دفاع دیا ہے وہ مذاق ہے۔ ہمیں کہا جاتا ہے کہ باقی اپوزیشن وہاں جائے سوال یہ ہے کہ ہم کیا کریں نہ ہم ان سے مل سکتے ہیں نہ ان کی رائے معلوم کر سکتے ہیں ہم وہاں کیا کریں گے؟!

پھر مقدمہ کے اخراجات کا سوال ہے حکومت کے پاس خزانہ ہے مرکز سے لیکر صوبوں تک میں سرکاری وکلاء اور اٹارنی جنرل ہیں جبکہ ان کا فنڈز ضبط ہے۔ اس طرح کسی کے ہاتھ پاؤں جکڑ کے کہنا کہ حق دفاع دیا ایک بھونڈا مذاق ہے ایسے میں اگلا مجرم ہی ثابت ہوگا لیکن یہ انصاف نہ ہوگا میں یہ کہتا ہوں کہ حکومت فریق ہے اس نے انہیں پابند کیا ہے ان کے فنڈز ضبط کئے ہیں اس لیے ان کا خرچ بھی حکومت کو ادا کرنا چاہیئے۔

اس کے علاوہ ملکی مسائل ہیں کس کا ذکر کروں اور کونسا چھوڑوں یہاں آئین کے احترام کا یہ حال ہے کہ ہم نے ۱۷ فروری کو حکومت سے معاہدہ کیا یہ معاہدہ ہاؤس میں پڑھا گیا توثیق ہوئی۔ اسمیں ایک شق تھی کہ جو بل آئے گا اسپر پہلے اپوزیشن سے مشورہ ہوگا لیکن اس کے چند دن بعد ہی ترمیمی بل آیا جبکہ آئین میں ترمیم ناگزیر ضرورت ہوتی ہے۔ بہرحال اس ترمیم میں مجروں کا وہ حق بھی چھین لیا گیا جو آمر ایوب نے دیا تھا۔

ایوبی آئین میں اجلاس سے ۱۴ دن قبل ۱۴ دن بعد اور دوران اجلاس گرفتاری نہیں ہو سکتی تھی لیکن انہوں نے اس حق کو واپس لے لیا۔

حالانکہ جیسا کہ عرض کیا ترمیم ناگزیر ضرورت ہوتی ہے لیکن یہاں نیپ کو پابند کرنے کے بعد اور ان کے ممبر گرفتار کرنے کے بعد اپنے عمل و کردار کو قانونی تحفظ دینا مقصود تھا جو آئین کے ساتھ مذاق ہے۔

اور پھر لطف یہ ہے کہ ترمیم کچھ دن پہلے سے نافذ کی گئی تاکہ ممبران اسمبلی جو پکڑے جا چکے ہیں پابند رہیں۔

اسی معاہدہ میں یہ بھی تھا کہ جو ممبر پہلے سے گرفتار ہوں گے وہ ضمانت پر رہا کر دیئے جائیں گے تاکہ اسمبلی کے اجلاس میں شرکت کر سکیں۔

لیکن اسپر عمل درآمد نہ ہوا اس وقت قومی اسمبلی سینٹ اور سرحد اسمبلی کے قائدین حزب اختلاف سمیت کتنے ہی ممبر اور سینیٹر پابند سلاسل ہیں معاہدہ کی خلاف ورزی پر ہم نے بائیکاٹ کیا تو اجلاس ملتوی کر دیا اور کہا کہ حزب اختلاف کے بغیر ہم کام نہیں کریں گے لیکن پنجاب میں حزب اختلاف کے بائیکاٹ کے بعد ایک ہفتہ میں ۳۶ بل منظور کر لیے گویا سوچنے کے انداز جدا جدا ہوں۔

اس تیزی سے بلوں کی منظوری جبکہ نہ ترمیم نہ سوال نہ تحریک التوا نہ کوئی بحث، کیا یہی جمہوریت ہے۔

آج ہم محسوس کرتے ہیں کہ ملک خطرات کا شکار ہے اندرونی خلفشار شدید ہے اور یہ بات بیرونی خطرات سے زیادہ باعث مصیبت ہوتی ہے لیکن حکمرانوں کو پرواہ نہیں روس کا وزیر دفاع انبالہ کے اڈہ پر میزائل نصب کرنے کا جائزہ لے رہا ہے اور ہمارا وزیر لاڑکانہ میں شراب چڑھا رہا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انبالہ کی زد میں کون ہوگا؟ ظاہر ہے کہ ہمارے سوا اس کی زد میں کوئی نہیں آئے گا لیکن کسی کو فکر ہی نہیں۔

عزیزان مکرم امریکہ روس انڈیا وغیرہ کی بات چھوڑیں صرف اپنی فکر کریں

(باقی ص۱۳ پر)

اسلام اور سیاست

تحریر: سید الرحمٰن علوی

بہ سلسلہ نظام شریعت کانفرنس

اللہ تبارک وتعالیٰ جس طرح تمام مخلوق کا خالق ورزاق ہے اسی طرح مالک وحکمرانِ حقیقی بھی وہی ہے اور اسے ہی یہ حق پہنچتا ہے کہ اس کی سلطنت وشاہی کا پھریرا دنیا میں لہرائے اور لوگ اس کے احکامات وقراین کی پابندی کریں۔ دعظِ یوسفی میں اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ کا یہی معنی ومفہوم ہے اور:۔ اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ کی بھی یہی حقیقت ہے!

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو جو اپنا خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجا تو اس کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ یہ دنیا میں میری سطوت وشاہی کا علم بلند کرے اور میری پسند وناپسند کے مطابق وقت گذارے

دنیا میں جن حضرات کو مقام نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ ان کے فرائض میں بھی یہ باتیں شامل تھیں مثلاً ذکر داؤد علیہ السلام میں ہے فَاحْکُمْ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ اور انبیائے علیہم السلام کے بعد جن لوگوں کو حکم واقتدار کی قوت دینے کا فرمایا، ان کی ذمہ داریاں بھی یہی گنوائیں جیساکہ سورہ حج اور سورہ نور میں واضح ارشادات موجود ہیں۔

لیکن ایک عرصہ سے دیکھا جارہا ہے کہ ملتِ اسلامیہ کے افراد دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں ایک تو وہ طبقہ ہے جو وعظ ونصیحت، درس وطریقت وغیرہ مشاغل پر ہی انحصار کر بیٹھا ہے اور دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز روزہ وغیرہ فرائض کو انسان کا ذاتی مسئلہ قرار دینے پر تُلا ہوا ہے۔ لیکن گستاخی معاف یہ دونوں ہی انداز فکر غلط اور سو فی صد غلط ہیں۔

یہ ایسے انداز فکر ہیں جو اسلام کے جامع اور ہمہ گیر تصورِ حیات کے بالکل منافی ہیں۔ جب ہم اسلام کو جامع اور ہمہ گیر تصورِ حیات کہتے ہیں اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک ومسعود زندگی اسی پر شاہد ہے تو پھر یہ دونوں نظریے کیونکر قابل قبول ہو سکتے ہیں؟

جو افراد مذہب اسلام کو انسان کا پرائیویٹ معاملہ قرار دے کر اجتماعی زندگی میں اس سے جی چھڑانا چاہتے ہیں وہ دراصل ان پابندیوں سے گھبراتے ہیں جو اسلام اجتماعی زندگی میں دیکھنا چاہتا ہے نظریہ ظاہر ہے یہ پابندیاں اور حدود وقیود پہاڑ معلوم ہوتی ہیں اور ان سے دل گھٹتا ہے لیکن فی الحقیقت یہی چیزیں روحِ اسلام ہیں، اور اگر انسان اپنی صلاح وفلاح کے نقطہ نظر سے ان کو اپنا لے تو پھر جو امن وچین نصیب ہوگا اس پر ایک گونہ مسرت حاصل ہوگی۔

آج دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک ایک افراتفری اور بے چینی کی فضا قائم ہے، ہر شخص پریشان ہے۔ دکھی ہے اور روتا ہے لیکن تمام انسانی دکھوں کا مداوا صرف اور صرف اسی نظام حیات کو اپنانا ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے نازل ہوا تھا۔

جہاں تک دوسرے طبقہ کا تعلق ہے جو خوشنما کاموں میں مشغول ہو کر اجتماعی زندگی سے کنارہ کش ہے۔ ان کا طرزِ عمل اور بھی افسوسناک ہے اس قسم کے افراد عام طور پر قرآن وسنت کے علوم پر نظر رکھتے ہیں سیرت پیغمبر کے مختلف گوشے ان کے سامنے ہوتے ہیں پھر بھی وہ اس قسم کا طرزِ عمل اختیار کیے ہوئے ہیں۔

حالانکہ جن کاموں کو وہ دین اسلام کا انتہائی تقاضا سمجھتے ہیں۔ ان کی بقا کا دارومدار بھی اجتماعی زندگی کے نکھار میں ہے۔ اگر اجتماعی زندگی آلودگیوں کا شکار ہوگی تو کسی بھی وقت حالات دگرگوں ہو سکتے ہیں اور جب ایسا ہوتا ہے تو پھر کوئی خانقاہ ومدرسہ اور کوئی مسجد و معبد محفوظ نہیں رہتا۔

یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر تاریخ عالم شاہد ہے۔ پھر نہ معلوم ایسی بدیہی حقیقت کو سمجھنے کی زحمت گوارا کیوں نہیں کی جاتی اور ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جو افراد اجتماعی زندگی کی بہتری کے لیے سرگرم عمل ہوتے ہیں، ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے ان پر پھبتی کسی جاتی ہے، ورانہیں مطعون بھی کیا جاتا ہے کہ صاحب ان کو دیکھو مسجد و مدرسہ کی خدمت چھوڑ کر سیاست کا شکار ہو گئے۔

گویا سیاست ان بزرگوں کے نزدیک شجر ممنوعہ ہے جس کے قریب نہ جانا چاہیے، حالانکہ یہ جی دار گروہ اگر عافیت کوش بزرگوں کی طرح گوشہ نشین ہو جائے تو ان بزرگوں کو دن میں تارے نظر آجائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مدرسہ و خانقاہ کی تھوڑی بہت رونق اسی گروہ کی مرہون منت ہے، جو پارلیمنٹ اور شاہراہوں میں بقائے ملک کی جنگ کے ساتھ ساتھ دینی اخلاق و اقدار کی سربلندی اور آئین اسلام کے نفاذ کے لیے سرگرم عمل ہے۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جس شعبۂ زندگی سے اچھے لوگ جی چرائیں گے وہ بروں کے وجود سے بھر جائے گا اور ان کی برائی عام ہو کر عذاب الٰہی کا روپ دھارے گی۔

فیلسوفِ اسلام حکیم الامت حضرت الامام الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے خلف الرشید اور آپ کی حکمت کے وارثِ حقیقی حضرت الامام الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ ان معرکۃ الآرا تفسیر عزیزی میں سورہ نصر کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

”کہ دین حق کے معاملہ میں خلل انداز ہونے والی چار چیزیں ہیں۔ نفسؔ، شیطانؔ، کفارؔ، جو پوری طرح غلبہ و شوکت کے مالک ہوں اور منافقؔ و بدباطن جو شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے جو انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ ان کا مقصد بعثت نفس و شیطان کی خلل اندوزیوں کا دفاع تھا، کیونکہ ان دو کا شر ہی [illegible]ل شر ہے اور باقی چیزیں بھی ان کے تابع ہیں۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت اللہ کو یوں منظور ہوا کہ چاروں چیزوں کا بالاستقلال دفاع ہو، چنانچہ فوج کشی، جہاد، ملک گیری اور طریق سیاست، اقامت حدود، تعزیرات وغیرہ سب چیزیں دین میں داخل کی گئیں“

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:۔

”وصورت ایں شریعت صورت بادشاہت گردید“

یعنی اس شریعت کی صورت بادشاہت کی صورت بن گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتداء بعثت سے بتدریج نبوت کو ترقی دی (تا سرحد خلافت کبریٰ رسانیدند) یہاں تک کہ اسے خلافت کبریٰ کی سرحدات تک پہنچایا۔

موت کا پیغام

جو افراد اس ملک میں کسی
بیرونی ازم کے قیام کا خواب
دیکھ رہے ہیں، یہ کانفرنس
ان کے لیے موت کا پیغام

ثابت ہوگی

حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ تفسیری نوٹ اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرتِ مقدسہ کی جامعیت پر ایک بھرپور تبصرہ ہے جس سے نبوت کے فرائض اور ذمہ داریوں کا پتہ چلتا ہے اور واقعات کی روشنی میں دیکھا جائے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کا بین ثبوت ہے۔

اب اگر کوئی سیاسیات کو شجر ممنوعہ سمجھتا ہے تو وہ حقیقت میں بزدلی کا شکار ہے اور اجتماعی زندگی سے گریز و فرار کی راہ اپنائے ہوئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نیک نہاد طبقہ نے جو طرز عمل اختیار کیا ہے۔ اسی کی وجہ سے بے دین اور لادین عناصر کو کھل کھیلنے کا موقع ملا۔ اگر یہ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے اور اجتماعی زندگی میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے تو آج حالات مختلف ہوتے۔

بہرحال اب بھی کچھ نہیں بگڑا، صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو بھی غنیمت ہے اس لیے ضرورت ہے کہ یہ حضرات اپنی ذمہ داریوں کو محسوس کریں ورنہ جو حشر بپا ہوگا اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

مقام مسرت ہے کہ جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر اور شیوخ

نے ماہِ رواں میں لاہور میں وسیع تر بنیادوں پر نظامِ شریعت کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ کانفرنس مختلف طبقوں کے لیے مختلف اثرات کی حامل ہوگی۔

جو افراد اس ملک میں کسی بیرونی ازم و نظام کے قیام و نفاذ کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ یہ کانفرنس ان کے لیے پیامِ موت ثابت ہوگی۔ کیونکہ ملک بھر سے لاتعداد علماء، صلحاء اور دین دار افراد قلبِ پاکستان لاہور میں جمع ہو کر اس عزم کا اظہار کریں گے کہ ہم نے اس ملک میں صرف اور صرف اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کرنا ہے اور بس۔

جو افراد اور جماعتیں اپنی فکر اور اپنی سوچ کو دین کا نام دیتی ہیں اور بے پناہ وسائل کے پیشِ نظر اپنی کج روی کو صداقت کے انداز میں دنیا میں پھیلا رہی ہیں۔ یقین ہے کہ اس کانفرنس کے

یقین فرمائیں کہ محض درس وتدریس ہی اسلام کا آخری تقاضا ہوتا تو مدینہ کا معلم دنیا کا بہترین مدرس تھا۔

ذریعہ وہ بھی اپنی موت آپ مر جائیں گی کیونکہ دین افراد اور جماعتوں کی سوچ کا نام نہیں بلکہ دین نام ہے مرضیٔ الٰہی کا جس کا علم پیغمبرِ ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے ہمیں نصیب ہوا، اور جس کو اصحابِ محمد علیہم الرضوان نے چار دانگ عالم میں پھیلایا۔

اس لیے ضرورت ہے کہ کنجِ عافیت میں بیٹھ کر تسبیح و مناجات کے شغل میں مشغول بزرگ اور افراد عملی میدان میں آئیں اور طالف واحد کی طرح اپنے جسم و جان کو ہتھیلی پر رکھ کر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے خدمات سرانجام دیں۔

یقین فرمائیں کہ محض درس وتدریس ہی اسلام کا آخری تقاضا ہوتا تو مدینہ کا معلم دنیا کا بہترین مدرس تھا۔

اگر خانقاہی نظام کو اپنانا ہی محض کافی ہوتا تو صفہ کے چبوترہ پر تعلیم و تربیت کے نگران سے بڑھ کر اور کوئی مزکی نہ تھا۔ خطابت اور امامت کا جزوی فریضہ اگر کارگر ثابت ہو سکتا تو مسجدِ نبوی کے خطیب و امام کو اپنا وجودِ مقدس چھلنی کروانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

لیکن وہ رحمتِ دو عالم اور جانِ دو عالم سوز و ساز رومی اور پیچ و تابِ رازی کی ساری ہی راہوں سے گذرا اور اس نے اپنے عمل و کردار سے ثابت کر دیا کہ مومن کی زندگی کا اصل مقصد عبادت اور اطاعتِ الٰہی ہے اور یہ کام محض مدرسہ و خانقاہ اور مسجد و معبد تک ہی محدود نہیں بلکہ پارلیمنٹ، میدانِ جہاد، منڈی و بازار اور دفتر و کھیت بھی انسانی ضرورتیں ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی اطاعتِ الٰہی ازبس ضروری ہے اور اسلامی سیاست کی اصل غایت یہی ہے اسی کے لیے جمعیۃ علمائے اسلام سرگرمِ عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنی شرعی اور دینی ذمہ داریاں کو پورا کرنے کی توفیق بخشے۔

بقیہ: خطبہ جمعہ

ہمارا مقدر ہمارے ہاتھ میں ہے خود فکر کرنی چاہیئے۔

جہاں تک بیرونی خطرات کا مسئلہ ہے اس کا انتظام حکومت کا کام ہے لیکن کم از کم معاشرتی خرابیوں کی اصلاح ہم سب کا فرض ہے۔ ظلم زیادتی ہم ہم اکا ہے دریغ نفاذ جلسہ جلوس پر پابندی کا ایک سلسلہ ہے جو ختم نہیں ہو رہا۔ ہماری نظامِ شریعت کانفرنس ہو رہی ہے لیکن دفعہ ۱۴۴ ختم ہوتے ہی دوبارہ لگا دی بہرحال حکومت کو سمجھنا چاہیے کہ جتنا دباؤ گے اتنا ہی معاملہ ابھرے گا ملک و قوم کی خدمت ہمارا دینی فرض ہے اور اس فرض کو ہم بہرحال پورا کریں گے۔

امریکہ کے اسلحہ کے سوال پر بھارت چلا رہا ہے حالانکہ ہماری فوج بیرونی دنیا کے لیے نہیں اپنوں کے لیے ہے کاش امریکہ یہ شرط منواتا کہ اسلحہ اپنوں پر استعمال نہ ہوگا۔

بہرحال عزیزانِ مکرم خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں اٹھو، ہوش سے کام لو۔ تدبر کا مظاہرہ کرو اور ملک و قوم کی خدمت اپنا شعار بنالو یہ دینی فرض ہے۔ اس سے جی چرانا کسی طرح جائز نہیں۔

خدا ہمیں حسنِ عمل کی توفیق بخشے!

تحریر : انور سدیدی

عالمگیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر شریعت

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہِ الکریم الذی ارسلہ اللہ تعالیٰ الی کافۃ للناس بشیراً ونذیراً۔ وداعیاً الی اللہ باذنہٖ وسراجاً منیراً۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔ اما بعد۔

کلام ربانی صرف رشد و ہدایت میں منحصر ہے

اللہ رب العزت کی لاتعداد صفات کمالیہ ہیں جیسے صفت قدرت ارادہ یا تخلیق و تکوین ہے۔ ایسے ہی ایک صفت کلام بھی ہے۔ صفت قدرت وارادہ یا تخلیق کا تعلق تو ہر خیر و شر سے برابر ہے کیونکہ کوئی شے بھی اس کی قدرت اور دائرہ تخلیق سے باہر نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ایک ایسی صفت ہے جو صرف حق وصواب اور رشد و ہدایت میں منحصر ہے اور اس میں شر و فساد کا ذرہ برابر کوئی شائبہ بھی نہیں۔ بایں وجہ یہ صفت کلام ربانی انسان کے لیے فلاح و کامیابی کی منازل میں ہادی و رہبر ہے۔ یعنی کلام ربانی انسانیت کے لیے موجب رشد و ہدایت ہے اور عالم انسانی کو ورطۂ ہلاکت سے نکال کر نجات وحیات ابدی تک پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔

انبیاء کرام کی بعثت کا فائدہ

لیکن یہ بدیہی امر ہے کہ جب دنیوی اور مجازی حکمرانوں کے ساتھ ہر کس وناکس ہم کلامی کی اہلیت نہیں رکھتا، تو احکم الحاکمین کے ساتھ ہم کلامی کا بھی ہر شخص اہل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اس مالک الملک نے بھی اپنی ہم کلامی کے لیے خاص پاکیزہ نفوس کو منتخب فرما کر عالم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ یہ مقدس گروہ انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہے۔ اس مبارک جماعت نے انسانیت کو صفاتِ ربانیہ اور عقائد حقہ واعمال صحیحہ اور اخلاق عالیہ اور شرائع عادلہ و سیاست فاضلہ وکاملہ سے روشناس کرایا۔ اور ذلت ونکبت کی تاریکی سے نکال کر رفعت وشوکت کی روشنی دکھلائی۔ اس مقدس جماعت کے بغیر نہ تو رب العالمین کی بندگی کی طرف رہنمائی ممکن ہے اور نہ ہم نادانوں کو حق تعالیٰ جل شانہ کی مرضیات ونامرضیات اور احکام اوامر و نواہی سے کوئی آگاہی ہو سکتی تھی۔ ان حضرات کی مشعل ہدایت ہماری رہنما نہ ہوتی تو فلاسفہ اور سائنس دانوں کی طرح ہم بھی علیم وقدیر ذات کی بجائے مادہ و ایتھر کے سامنے سربسجود ہوتے اور انسانی عقل گو وہ تندرست ہو، اور نفس امارہ کی خواہشات اور شیطان لعین کے وسواس سے داغدار و آلودہ بھی نہ ہو۔ اگرچہ فی الجملہ حجت ہے لیکن مرتبہ بلوغ کو نہیں پہنچی لہٰذا وہ حُجت بالغہ نہ ہوگی بلکہ ناتمام ہی ہوگی۔

حُجّت بالغہ

حُجّت بالغہ تو انبیائے کرام کی بعثت اور وحی الٰہی ہی ہے جن پر آخرت کے دائمی عذاب و ثواب کا مدار ہے اور جن کی بے چون وچرا اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہ

بعثتِ رسل کی غرض وغایت

بعثت رسل کی غرض یہ ہے کہ تمام بنی آدم اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی شریعت اور اس کے قانون سے آگاہ ہو جائیں تاکہ ان کی صلاح و فلاح کا باعث ہو اور ان کی عقل علم الٰہی کے ادراکات سے روشن

اور منور ہو جائے اور نفسانی اور شیطانی اخلاق و افعال کی نجاستیں اور کدورتیں اور ظلمتیں اس کو محسوس ہونے لگیں۔ اس لیے کہ تمدن اور امن عالم کو نفسانی شہوات اور اغراض سے بڑھ کر کوئی چیز خراب اور برباد کرنے والی نہیں، اور قانونِ خداوندی اور شرائع آسمانی میں نفسانی خواہشات پر جس قدر پابندیاں ہیں وہ دنیا کے کسی قانون میں نہیں۔ اہل عقل اور اہل فہم کے نزدیک قانون شریعت کی غایت درجہ مستحسن ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ قانون شریعت میں نفسانی خواہشات کی گنجائش نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عقلِ سلیم قانونِ شریعت کی عاشق ہے اور نفس پرست اور بندۂ دینار و درہم قانونِ شریعت کا جانی دشمن ہے۔

نبوّت و رسالت کے مظاہر

حق جل شانہ نے اس مبارک جماعت کو حضرت آدمؑ سے شروع فرما کر خاتم الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ختم فرمایا۔ ابتدائے آفرینشِ عالم میں نبوت و رسالت بشکلِ خلافت و بادشاہت نمودار ہوئی۔ حضرت آدمؑ نبی اور رسول بھی تھے اور خلیفہ و بادشاہ بھی تھے۔ حضرت آدمؑ کے بعد نبوت مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی رہی۔ کبھی نبوت کا ظہور بشکل بادشاہی ہوا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام و حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت بشکل بادشاہی نمودار ہوئی اور کبھی بصورت علم و حکمت نبوت کا ظہور ہوا۔ اور کبھی بصورت زہد و درویشی جیسے حضرت زکریا علیہ السلام، کہ ان کی نبوت بصورت علم و حکمت تھی۔ اور آپ بنی اسرائیل کے سب سے بڑے عالم اور حکیم تھے، اور حضرت یونس علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کی نبوت بصورت فقیری و درویشی و برنگ زہد و عبادت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ افضل الرسل اور خاتم الانبیاء تھے۔ اس لیے آپ کی نبوت و رسالت ان تمام صورتوں کی جامع ہوئی یعنی آپ کی نبوت میں بادشاہت اور علم و حکمت اور فقیری و درویشی سب صورتیں جمع ہوئیں۔ آپ کو ایسی کامل کتاب اور مکمل شریعت عطا کی گئی کہ جو تمام کتب سماویہ اور شرائع الٰہیہ سے اکمل و افضل تھی اور عقائد حقہ اور مکارم اخلاق و محاسن اعمال کے ساتھ حکومت اور سلطنت کو لیے ہوئے تھی اور دین و دنیا، امیری و فقیری دونوں کی جامع ٹھہری۔

شریعت اسلامیہ کی جامعیت اور تمام شریعتوں پر برتری

شریعت اسلامیہ نے اگر ایک طرف اعتقادات اور عبادات اور مکارمِ اخلاق کو علیٰ وجہ الکمال بیان کیا تو دوسری طرف معاملات، تجارت کے احکام اور معاشرہ اور تمدن کے حقوق اور آداب اور حکمرانی اور عدلِ عمرانی اور ممالک کے نظم و نسق کو درست رکھنے کے لیے ایسے قواعد اور اصول و ضوابط بتائے کہ جن کی روشنی میں چل کر خلفائے راشدین نے باوجود بے سروسامانی کے آدھی دنیا پر حکومت کرنے والے دو حکمرانوں قیصر و کسریٰ کو بیک وقت زمین پر پچھاڑا اور بلا کسی حکومت کی اعانت و امداد کے ان کا تختہ اُلٹا دیا۔ اور ساری دنیا نے اس کا تماشا دیکھا اور ان کے بے شمار خزینوں اور گنجینوں کو لا کر مسجد نبوی کے کچے صحن میں ڈال دیا گیا اور پھر ان تمام جواہرات اور درہم و دنانیر کو مسجد نبوی کے ایک درویش خطیب و امام حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پھٹے ہوئے بوریے پر بیٹھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی موجودگی میں مدینہ منورہ کے فقیروں اور درویشوں پر تقسیم کر دیا اور ہاتھ جھاڑ کر خالی ہاتھ اپنے گھر چلا گیا۔

دینِ اسلام نے جس طرح اعتقادیات کو مدلل اور مبرہن کیا اور دنیا کے عقائدِ باطلہ کو دلائلِ واضحہ اور براہینِ عقلیہ و نقلیہ سے رد کیا اور پھر مکارمِ اخلاق اور محاسنِ اعمال کی تعلیم دی۔ اسی طرح اسلام نے معاملاتِ دُنیویہ، بیع و شراء، ہبہ اور اجارہ، رہن اور شہادت و وکالت، میراث و وصیت، اور وقف اور قضاء و عدالت کے احکام اور قواعد کلیہ اور بطور نمونہ کچھ فروعِ جزئیہ سے دنیا کی رہنمائی کی۔

حدودِ شرعیہ

خانگی معاشرہ کی اصلاح کے لیے نکاح اور طلاق اور ظہار و لعان اور نان و نفقہ کے احکام شرح و بسط کے ساتھ بیان کیے اور مملکت کے اندرونی نظم و نسق کی درستی کے لیے حدود و تعزیرات مقرر کیں تاکہ زمینِ مملکت جرائم سے پاک ہو جائے۔ مثلاً باشندگانِ ملک کے اموال کے تحفظ کے لیے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ مال کے متعلق جن جرائم کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک چوری ہے۔ یوں تو امانت میں خیانت کرنا، کسی کا مال غصب کر لینا، کسی سے دھوکہ سے کچھ لے لینا وغیرہ بھی ایسے جرائم ہیں جو مال کی فہرست میں آتے ہیں، مگر ان پر کوئی عبرت ناک سزا اس لیے

قرر نہیں فرمائی گئی کہ یہ اتنے سخت جرم نہیں ہیں۔ ہاں چوری ایک بیا سخت جرم ہے کہ اس میں عبرتناک سزا تجویز فرمائی گئی۔ چنانچہ رشاد ربانی ہے:۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللهِ ۔ الآیۃ

"چور مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو بسبب ان کے فعل کے، یہ سزا ہے خدا کی طرف سے"

یہ وہ سزا ہے کہ اس پر آج کل لوگ بہت زیادہ چیں بجبیں ہیں کہ اگر چور کے ہاتھ کاٹنے شروع کر دیئے تو سارا ملک ہی ٹنڈا ہو جائے گا۔ مگر اس قسم کے خیالات یا تو جہالت کی بنا پر پیدا ہوتے ہیں۔ یا عدم تفکر کا نتیجہ ہیں۔ حالانکہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد دس برس کی مدت میں صرف ایک شخص کے ہاتھ کاٹنے کی نوبت آئی اور وہ تو نبوت کا زمانہ تھا۔ اب آپ حجاز میں جا کر دیکھ لیں کہ شاید دس آدمیوں کے بھی ہاتھ کٹنے کی نوبت آئی ہو، مگر سارا ملک چوری سے پاک ہو گیا۔ سو اگر آج مملکت خداداد پاکستان جو باعتبار نام کے بھی پاک ہے۔ اس میں سے دس چوروں کے ہاتھ کٹ کر اس لعنت سے پاک ہو سکے تو کیا نقصان ہے؟

یہاں ایک اور مسئلہ بھی ہے جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ علماء نے بحث کی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا ہاتھ کاٹ دے تو اس کو پانچ سو اشرفی بطور دیت کے دلائی جائے گی اور دوسری طرف یہ حکم ہے کہ دس درہم یعنی تقریباً پانچ روپے چرانے پر ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اس پر بعض زنادقہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اسلام کے احکام میں کھلا اختلاف اور تناقض ہے کہ جس ہاتھ کی قیمت وہاں پانچ سو اشرفی لگائی گئی اب اس کو صرف چند روپے کے عوض کاٹ دیا گیا!

يد بخمس مئين عسجد وديت　　ما بالها قطعت في ربع دينار

تناقض ما لنا الا السكوت له　　ونستجير بمولانا من النار

(ترجمہ) "جس ہاتھ کی قیمت پانچ سو دینار تھی اب چوری کی وجہ سے اس کو تقریباً پانچ روپے کے بدلے میں کاٹ ڈالا گیا یہ تو کھلا تناقض ہے۔ اسلام اس عار سے بری ہے"

قاضی عبدالوہاب مالکی نے اسی بحر اور قافیہ میں اس تناقض کا جواب دیا:

يد بخمس مئين عسجد وديت　　لكنها قطعت في ربع دينار

صيانة العضو اغلاها وارخصها　　خيانة المال فافهم حكمة الباري

ترجمہ:۔ "بلاشبہ ہاتھ کی قیمت پانچ سو دینار ہے لیکن چوری سے اس کی قیمت ربع دینار رہ جاتی ہے۔ جب تک ہاتھ چوری اور خیانت سے محفوظ تھا اس وقت تک قیمت اونچی اور گراں تھی۔ مگر چوری اور خیانت نے اس کی قیمت کو گرا دیا!"

ایک اور عالم نے جواب دیا:۔

هُنَاكَ مَظْلُوْمَةٌ غَالَتْ بِقِيْمَتِهَا　　وَهٰهُنَا ظَلَمَتْ هَانَتْ عَلَى الْبَارِيْ

ترجمہ:۔ "جب ہاتھ مظلوم تھا تو اس کی قیمت گراں تھی اور جب وہ ہاتھ ظالم بن گیا اور چوری کر کے لوگوں پر زیادتی کی تو اس کی قیمت گر گئی"

علماء نے ایک اور جواب بھی دیا ہے:۔

کہ ہاتھ کاٹنے کے بدلے جو اس شخص سے پانچ سو اشرفی دلوائی جا رہی ہے وہ اور بات ہے اور اب یہ جو پانچ روپے کے بدلے کاٹا جا رہا ہے یہ اور بات ہے۔ کیونکہ یہاں پر بظاہر تو ہاتھ پانچ روپے کے بدلے کاٹا جا رہا ہے، مگر درحقیقت یہ ہاتھ ۵ کروڑ کے بدلے میں کاٹا جا رہا ہے۔ کیونکہ جب اس ہاتھ نے چوری نہیں کی تھی اس وقت تک سارا ملک اور قوم کے مال و متاع محفوظ تھے۔ مگر اس شخص نے چوری کر کے سارے ملک کے اموال کو خطرے میں ڈال دیا۔ اس لیے یہ ہاتھ صرف پانچ روپے کے بدلے میں نہیں بلکہ ملک کی دولت اور ثروت کے خطرہ میں پڑ جانے کی وجہ سے کاٹا جا رہا ہے۔ بغرض اس جرم پر ہاتھ کاٹ دینا عین رحمت ہے۔ یہ کہاں کی عقل ہے کہ ایک شخص پر رحم کر کے سارے ملک پر ظلم روا رکھا جائے۔

نکوئی با بداں کردن چناں است
که بد کردن بجائے نیک مرداں

اگر غور کیا جائے تو ہاتھ کاٹنے میں ایک خاص حکمت بھی ہے کہ چوری کرنے کی وجہ یہ ہے کہ انسان پر حرص کا مادہ غالب آتا ہے تو وہ دل سے گذر کر اس کے اعضاء پر اثر انداز ہوتا ہے اور ہاتھ پیر حرکت میں آجاتے ہیں جن سے شنیع فعل سرزد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ ہاتھ ہی کاٹ دیا جائے جس سے یہ فعل سرزد ہوا۔

قصاص بالمثل

شریعت نے جان کی حفاظت کے لیے قصاص بالمثل کا حکم دیا کہ جان کے بدلے جان اور اعضاء کے بدلے اعضاء کاٹے جائیں۔ یعنی اگر کسی نے عداوت وغیرہ کی وجہ سے ناحق کسی کی جان لے لی۔ اس کی سزا شریعت نے "قصاص" مقرر کی۔ یعنی قاتل کو قتل کیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں نرمی برتنا لوگوں پر ظلم کرنا اور فساد کا دروازہ کھول دینا ہے۔ یہ جرم اول درجہ کا ہے۔

دوسرے نمبر پر جرم یہ ہے۔ کسی کے ہاتھ، پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹ دیئے جائیں۔ جس کو شرعی اصطلاح میں "قطع اطراف" کہا جاتا ہے۔ اس کی سزا یہ ہے کہ اس کا بھی قصاص لیا جائے اور مجرم نے جو عضو کاٹا ہے وہی عضو اس کا بھی کاٹ دیا جائے۔ پہلے جرم کے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد ہے:۔

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى ۔ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ۔ الآیۃ

"تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔ مقتولین کے بارے میں آزاد آزاد کے بدلے، غلام غلام کے بدلے، عورت عورت کے بدلے۔"

دوسرے جرم کے بارے میں ارشاد ہے:۔

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ، وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ، وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۔

الآیۃ

جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بھی قصاص ہے۔

ان احکام سے اللہ تعالیٰ نے جان و اعضاء کی حفاظت فرمائی۔

شریعت نے لوگوں کے نسب و ناموس کی حفاظت کیلئے زنا کی سزا مقرر کی۔ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے اور غیر شادی شدہ کو سو (۱۰۰) تازیانے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کر دیا جائے۔

پہلا حکم قرآن میں موجود تھا جو منسوخ التلاوت ہے یعنی آیت کا حکم باقی ہے اگرچہ تلاوت نہیں کیا جاتا۔ اور دوسرا حکم اب بھی تلاوۃ اور حکماً دونوں صورتوں میں موجود ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (الآیۃ)

موجودہ زمانے کے روشن خیال اور عقل کے پجاری مغربی تہذیب کے دلدادہ اس حکم پر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایک جرم کے بدلے میں جان لے لی۔ عقلاً ایسی وحشیانہ سزا کا کوئی جواز نہیں!

مگر ان زندیقوں نے یہ غور نہ کیا کہ حق تعالیٰ نے زنا کو بند کرنے کیلئے کیا کیا طریقے اختیار فرمائے۔ اول تو عورتوں کو حکم دیا کہ:۔

وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

"اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہیں وہ عورتیں، اور دورِ جاہلیت کی طرح سرعام نہ پھریں!"

پھر کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخل ہونے کی ممانعت فرمائی، پھر کسی اجنبیہ کو جھانکنے، تاکنے کی ممانعت کی حتیٰ کہ کسی اجنبیہ کا خیال بھی دل میں لانے کو منع فرمایا۔

اب جو شخص یہ ساری حدود توڑ کر زنا کا ارتکاب کرے تو وہ درحقیقت ایسی ہی عبرت ناک سزا کا مستحق ہے۔ کیونکہ اول تو زانی نے ایک شخص کے نسب کو خراب کیا۔ اس کے خاندان کو خراب کیا اور آبرو ریزی کر کے ساری عمر کے لیے انگشت نمائے عالم کیا اور پھر اکثر یہ ہوتا ہے کہ زنا کے حمل کو اکثر ضائع کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو در پردہ یہ شخص ایک جان کے قتل کا مرتکب ہوا، اور اگر بالفرض اس کو ضائع بھی نہ کیا گیا اور وہ بچہ بڑا بھی ہوا، تو ظاہر ہے کہ ساری عمر اس کے سر پر کوئی شفقت کا ہاتھ رکھنے والا بھی نہیں اور یہ درحقیقت اس کو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے۔ نیز جب انسان بدکاری میں مبتلا ہوتا

ہے تو بیوی بچوں کے حقوق ضائع کرتا ہے۔ الغرض یہ کوئی معمولی جرم نہیں بلکہ درحقیقت قتل سے زیادہ سنگین اور سخت جرم ہے۔ ایسے شخص کو سنگسار کرنا عین مصلحت اور حکمت ہے۔

تہمت کی سزا

جو شخص کسی پر زنا کی تہمت لگائے اور اس کے پاس گواہ موجود نہ ہوں تو اسکی سزا بھی شریعت نے اسی تازیانے مقرر کی ہے، تاکہ بلاوجہ کوئی کسی پر تہمت لگا کر بے آبرو نہ کر سکے۔ ارشاد ربانی ہے:-

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً۔

الآیۃ

"جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں اور پھر ثبوت کے لیے چار گواہ بھی پیش نہیں کرتے تو ان کی سزا یہ ہے کہ اسی کوڑے لگاؤ"

شراب نوشی کی سزا

شریعت نے عقل جیسی بے مثال نعمت کو زوال اور اختلال سے محفوظ رکھنے کے لیے بھی اسی کوڑے سزا مقرر کی ہے۔ زنا میں سو کوڑے اور شراب اور تہمت میں اسی اسی کوڑے جو مقرر فرمائے گئے ہیں۔ اس میں فرق یہ ہے کہ اطباء نے لکھا ہے کہ انسان کو کوئی بیماری وغیرہ پیش نہ آئے تو اس کی عمر سو برس ہوتی ہے۔ چونکہ زانی نے ایک جان تلف کی ہے جس کی عمر سو برس کی ہوتی۔ لہذا اس کو سو کوڑے لگائے گئے اور تہمت لگانے میں یہ صورت ہے اس میں بیس سال کم کرنے پڑیں گے۔ کیونکہ انسان کی شروع میں پندرہ سال ایسی عمر ہے جس میں کم سنی کی وجہ سے تہمت لگائی ہی نہیں جاسکتی۔ اس طرح عمر کے آخری پانچ سال بھی ایسے ہی ہیں کہ ان میں تہمت بوجہ انتہائی بڑھاپے اور ضعف کے نہیں لگائی جاسکتی۔ لہذا تہمت لگانے والے نے اس کی عمر کے اسی برس خراب کیے اس لیے اسی درے لگائے اور شراب میں اسی درے سزا کی حکمت بھی یہ ہے کہ انسان کی عمر میں اسی برس عقل کے ہیں۔ شروع کے پندرہ سال بوجہ ناپختگی اور آخر کے پانچ سال بوجہ غلبہ نسیان اور کمی عقل کے نکالنے پڑیں گے۔ تو جو شراب پی کر اس نے عقل کو ضائع کیا تو جتنی عقل کی مدت ہے اتنے کوڑے سزا مقرر کی ہے۔ اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سزا سب سے زیادہ ہونی چاہیے، کیونکہ ایک بزرگ کا قول ہے کہ بالفرض قرآن و حدیث میں شراب کی حرمت نہ بھی ہوتی تب بھی میں اسے حرام ہی سمجھتا، کسی نے پوچھا کس لیے؟ فرمایا کہ جو شے عقل جیسی عظیم اور بے مثال نعمت کو ضائع کردے، وہ شے عقلاً بھی قابل استعمال نہیں نیز جب عقل زائل ہوگئی تو پھر قتل کرنے، زنا اور ہر معصیت میں مبتلا ہونے کا بھی امکان ہے۔

لیکن اس کا اثر عمر کے جتنے حصے پر زیادہ پڑ سکتا تھا اتنی سزا مقرر فرمائی، زیادہ نہیں۔

مرتد کی سزا

شریعت اسلامیہ نے مرتد کو قتل کرنے کا حکم دیا تاکہ دین کی حفاظت ہو سکے۔ مارشل لا کا قانون حکومت کے مرتدوں کے لیے ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ حکومت کی رعایا بن چکنے کے بعد حکومت سے بغاوت کریں ان کو گولی مار دینے کا حکم ہے اس لیے کہ اس میں حکومت اور قانونِ حکومت کی توہین ہے اور اقرار کے بعد انکار بھی ارتداد کی حقیقت ہے خواہ وہ ارتداد دین کا ہو یا دنیا کا۔

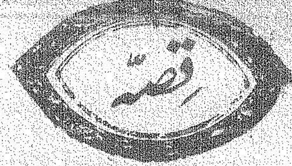
ٹھیک اسی طرح شریعت میں خدائے احکم الحاکمین کی حکومت اور اس کے قانونِ شریعت کو توہین سے محفوظ رکھنے کے لیے قتلِ مرتد کا مسئلہ ہے۔

بقیہ: مسجد اور شراب کا قصہ

٦- دینی مدارس سے اسلحہ اور مسجدوں سے شراب برآمد کرنے کا جن لوگوں نے گھناؤنا کردار ادا کیا ہے انہوں نے عوامی حکومت کی کوئی خدمت نہیں کی۔ بلکہ خدا و رسول سے غداری، ملک و ملت سے بے وفائی اور خود عوامی حکومت سے بدی کا ارتکاب کیا ہے۔ شعائر اللہ کی توہین کی ہے۔ اسلام کا مذاق اڑایا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات ایمان کو پامال کیا ہے۔ کیا ایسے لوگ دنیا و آخرت میں ذلیل نہ ہوں گے؟

مساوات محمدی کا دعویٰ کرنے والوں کے ابتدائی نعرے اور سبز باغ دکھانے والوں نے یہ فسطائی اور انتہائی حربے بھی دکھا دیے۔

مصرع: جب ماں تھا جنہیں ہم نے وہ ڈاکو نکلے
جن کو سمجھے تھے مسیحا وہ ہلاکو نکلے



محمد یوسف لدھیانوی

مسجد اور شراب کا

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں ۔ محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے ہو جائے گی

۲۰ر فروری کی شام راقم الحروف کراچی سے ملتان پہنچا، اگلے دن صبح سویرے یہ خبر سنی کہ آج رات ساہیوال کے دو دینی اداروں جامعہ رشیدیہ اور جامعہ فریدیہ پر پولیس نے چھاپہ مار کر دونوں اداروں کے استنجا خانوں سے اسلحہ اور جامع رشیدیہ کی صفوں کے نیچے سے شراب کی بوتل برآمد کی ہے یہ خبر سنتے ہی خیال آیا کہ دینی درسگاہوں کے خلاف کسی نئی سازش کا آغاز ہو رہا ہے اور پھر اگلے دن اخبارات کی شہ سرخیوں نے اس شبہ کو یقین میں تبدیل کر دیا اور یہ نیا انکشاف ہوا کہ پشاور سے کراچی تک کی تعلیم گاہوں سے بھاری مقدار میں اسلحہ اور شراب برآمد ہوئی۔ گویا کالج اور یونیورسٹیاں درسگاہوں کی بجائے ناجائز اسلحہ کے گودام اور شراب کی بھٹیاں ثابت ہوئی ہیں۔

تعلیم گاہوں کی حیثیت تو خیر جو ہو، سو ہو۔ لیکن "جامع مسجد" اور شراب کی بوتل کا باہمی ربط واقعی عجیب ہے۔ سوچتا ہوں کہ "جامع مسجد" کے نمازی مسجد میں نماز پڑھتے پڑھتے "شرابی" بن گئے ہیں؟ یا کسی شرابی کو بوتل سمیت مسجد میں سربسجود ہونے کی توفیق ہو گئی ہے؟ راقم کئی سال تک اس "جامع مسجد رشیدیہ" میں رہا، کم از کم اپنے آٹھ سالہ دور قیام میں تو یہی دیکھا کہ جامع مسجد کا کوئی نمازی شراب کے رنگ و بو سے آشنا نہیں۔ الٰہی! دو تین مہینے میں یہ کیا انقلاب آگیا۔ کہ خانہ خدا شراب کی بوتلوں کا سٹور بن گیا۔

حیرت و استعجاب کے عالم میں ساہیوال کا سفر کیا، مولانا حبیب اللہ صاحب رشیدی ناظم اعلیٰ جامعہ رشیدیہ اور مولانا ابوالنصر منظور احمد شاہ صاحب مہتمم جامعہ فریدیہ سے ملاقات ہوئی اور اصل حقائق سامنے آئے

جامعہ رشیدیہ

جامع رشیدیہ میں پولیس تے کوئی ساڑھے تین بجے، جبکہ پورے شہر میں سناٹا تھا، مورچے سنبھالے اور مولانا حبیب اللہ صاحب کو باہر بلایا گیا۔ دروازے پر پولیس کے لٹھ بردار مجاہد ڈٹے ہوئے تھے۔ خیال ہوا غالباً گرفتاری کا کوئی پروانہ رات کی تاریکی میں آیا ہوگا۔ اس لئے معزز مہمانوں سے گزارش کی گئی کہ آپ حضرات تو تیار ہو کر آئے ہیں۔ اس لئے میں تیار ہو کر حاضر ہو جاتا ہوں۔ بولے نہیں، آپ کو گرفتار کرنا مقصود نہیں، بس ذرا ڈی، ایس، پی صاحب کی بات سن لیجئے! "بہت اچھا" کہہ کر مسجد کے احاطہ میں ان کے ساتھ آگئے۔ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ بدولت کو اطلاع پہنچی ہے۔ کہ آپ کے مدرسہ میں کسی نے بم رکھ دیا ہے اور ناجائز اسلحہ بھی ہوگا۔ ہم تفتیش کیلئے آئے ہیں۔ تفتیش شروع ہو گئی اوپر نیچے جو کچھ دیکھنا تھا دیکھا، کچھ نہ ملا، چھوٹے بچوں کے اٹیچی کیس اور ٹرنک بھی کھول کر بکھیرے گئے، دو ایک قلم تراش چاقو نکل آئے پولیس کی اصطلاح میں ان کو خنجر کی حیثیت نصیب ہوئی۔ حاجی صاحب کے کمرے میں سبزی اور گوشت بنانے کی ایک دو چھریاں پڑی تھیں وہ بھی "تحویل" میں لے لی گئیں۔ اس کارروائی کے بعد مسجد کی صفیں دیکھتے ہوئے ایک سپاہی نے پر عزم لہجے میں کہا کہ ان صفوں کے نیچے کچھ ضرور ہوگا اور ایک ہاتھ سے صفیں ہٹانا شروع کر دیں۔ ابھی دو تین صفیں ہٹائی گئی تھیں کہ دوسرے ہاتھ سے ایک کمانی دار چاقو اور پانچ چھ اونس ڈیٹول کی آدھی شیشی فضا میں لہراتے ہوئے فاتحانہ انداز تحکمانہ لہجہ میں انسپکٹر صاحب نے پوچھا، مولانا یہ کیا ہے؟ اور پھر خود ہی جواباً ارشاد فرمایا۔ کہ یہ شراب کی بوتل ہے — ناظم نے عرض کیا کہ صاحب! یہ تو آپ ہی جانتے ہوں گے جنہوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہے! "یہ شراب ہے"۔ "بہت اچھا، وہی ہو گی!"

اتنے میں ایک سپاہی اُدھر سے آیا اور کہا کہ ہمیں برآمدوں کے اوپر کا دوبارہ معائنہ کرنا چاہیئے، ابھی چھت پر بھی نہ پہنچے تھے کہ مسجد کے جنوبی جانب کے بیرونی دروازے کی ڈیوڑھی پر اور بھی اسلحہ نظر آگیا دو ٹوٹے ہوئے پستول۔ ایک بوسیدہ پیٹی میں چار کارتوس — ناظم صاحب کو اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ انہوں نے معذرت کر دی بالآخر یہ ناخوشگوار فرض جناب انسپکٹر کو خود ادا کرنا پڑا۔ پولیس نے

نے اپنی کارگزاری کا چارٹ تیار کیا۔ مجسٹریٹ صاحب اور ناظم صاحب کے دستخط لئے۔ اور باہر سے لدے ہوئے دو سبزی فروشوں کے (بحیثیت گواہ) کے انگوٹھے بھی ثبت کرائے اور تفتیش کا عمل مکمل ہوگیا۔

جامعہ فریدیہ

یہی کام جامعہ فریدیہ میں کیا گیا اور وہاں دس گیارہ سال کے دو بچے لائن حاضر کئے گئے اور پولیس افسر نے بعد جاہ و جلال ان سے "پوچھ گچھ" فرمانے کے بعد قلم بنانے کے دو چاقو برآمد فرمائے۔ علاوہ ازیں پولیس نے مزید گشت لگایا تو بالاخانے کے ایک کمرے کے بند روشندان کی بیرونی جانب سے ایک زنگ آلود شکستہ "پستول" برآمد کر لیا۔ اور یہ تمام اسلحہ برآمد کر کے کارگزاری کا چارٹ مرتب کیا، دستخط لئے۔ اور تفتیش مکمل ہوگئی۔ سنا ہے ان دو معصوم ملزموں کو پولیس تھانے لے گئی۔ لیکن ازراہِ مراحم خسروانہ ان کو رہائی عطا فرما دی گئی۔

ردِ عمل

صبح ہوئی تو مسجد سے شراب اور دو مقدس دینی اداروں سے "ناجائز اسلحہ" کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ ہر شخص کی زبان پر پولیس کی کارروائی کے خلاف شرم شرم کے الفاظ تھے۔ جمعہ کے اجتماعات میں اس کے خلاف غم و غصہ کا اظہار کیا گیا۔ مذمت کی قراردادیں منظور کی گئیں۔ مجلس عمل، متحدہ جمہوری محاذ، جمعیۃ علماء اسلام پاکستان، بار روم، اور خود عوامی پارٹی کے سنجیدہ حلقوں نے اسے شرمناک حرکت قرار دیا۔

اسباب و عوامل

سیاسی اور عوامی حلقوں کا کہنا ہے کہ یہ حرکت ان لوگوں کے اشاروں کی رہین منت ہے جو، ۷ ستمبر کے فیصلے کے بعد مسٹر بھٹو اور عوامی حکومت کے دشمن نمبر اول بن گئے ہیں۔ اور وہ ہر ایسی تدبیر بروئے کار لاتے ہیں جس سے عوام میں اشتعال پیدا ہو، معاشرہ میں انارکی پھیلے۔ اور لاقانونیت کی فضا عام ہو جائے ان لوگوں کے لئے ملک و ملت کا اتحاد و استحکام پیغام موت ہے۔ اس لئے وہ کسی قیمت پر بھی ملک کی فضا کو پرسکون دیکھنے کے لئے آمادہ نہیں۔ سرحد کے سابق آئی جی کی معطلی اس نظریہ کی مؤید ہے۔

آثار و نتائج

۱۔ اسلام اور اسلامی معاشرہ میں "خانہ خدا" کو جو عظمت و تقدس حاصل ہے۔ وہ کسی باشعور سے مخفی نہیں انگریز برصغیر میں ڈیڑھ سو سال حکمران رہا۔ بلکہ اس کو بھی جرأت نہ ہوئی کہ مساجد کو شراب سے آلودہ کرے۔ جن لوگوں نے یہ گھناؤنا منصوبہ تیار کیا۔ انہوں نے اللہ کے گھر کی حرمت و تقدس کو پامال کر کے : صرف خود اپنی قبر ہی جہنم کے انگاروں سے بھری۔ بلکہ پورے پاکستانی معاشرے پر خدا کے غضب کو ٹوٹنے کی دعوت دی ہے گذشتہ دنوں حوالات میں علماء کو برہنہ کر کے ان کے ساتھ فاحشہ عورتوں کے فوٹو لئے گئے اور اب براہِ راست "خانہ خدا" کو "شراب خانہ" بنانے کی سازش کی گئی۔ کیا انسانی تاریخ میں اس سے بڑھ کر بیمار اور گندی ذہنیت کا مظاہرہ کبھی دیکھنے میں آیا ہے؟

۲۔ اس واقعہ کا ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ تفتیش کا یہ عمل ملک بھر کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ہوا۔ اور اخبارات میں بتایا گیا کہ یہ ملک دشمن عناصر کے خلاف مہم کا ایک حصہ ہے۔ ٹھیک اسی تفتیش کے دوران جامع رشیدیہ سے "شراب کی بوتل" برآمد کرنے سے کیا عوام کو یہ تاثر نہیں ملے گا کہ ملک بھر کی تعلیم گاہوں سے جو بھاری اسلحہ برآمد کیا گیا ہے۔ اس کی حقیقت بھی مسجد سے شراب برآمد کرنے سے زیادہ نہیں؟ یہ سب کچھ ایک خاص جماعت خاص مقصد کے لئے کر رہی ہے۔

۳۔ اس واقعہ سے پولیس کی کارکردگی کا بھرم بھی اچھی طرح کھل گیا ہے فرضی مقدمات بنانے کے "فن" میں پولیس پہلے بھی خاصی نیک نام ہے لیکن اس "تفتیش" سے تو پولیس کی نیک نامی میں ایسا اضافہ ہوا کہ پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ ایک یادگار کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔ گویا پولیس نے مسجد میں شراب کشید کرنے کا نیا فن ایجاد کیا ہے۔

۴۔ اس واقعہ سے عوام میں جو خوف و ہراس کی فضا پھیل گئی ہے۔ اس کا اظہار نوکِ قلم سے ممکن نہیں۔ ہر شریف شہری احساس عدم تحفظ کا شکار ہے کہ نہ جانے کس دن رات کے ساڑھے تین بجے تفتیش کا چکر چل جائے۔ اور اس کے گھر سے نامعلوم کیا کیا نکال لیا جائے؟

۵۔ اس واقعہ کا سب سے زیادہ تاریک پہلو یہ ہے کہ گندگی اور تعفن سے انسانیت و شرافت دم بخود ہے۔ خود غرضی اور ابلہ فریبی کا یہ آخری نقطہ ہے اب اس سرزمین کا کوئی ٹکڑا دجل و تلبیس کے شیطانی حربوں سے محفوظ نہیں رہا۔ آج اگر مسجد سے شراب برآمد کی جا سکتی ہے اور تہذیب کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔ تو کل کلاں اس سے بڑے حادثے کی توقع بے جا نہیں۔ جو لوگ اپنی نجس فطرت کے ذریعہ خدا کے پاک گھر کو شراب سے ملوث کر سکتے ہیں۔ انہیں کسی شریف انسان کی عزت و ناموس کی کیا لاج ہوگی؟ اور جن لوگوں کو قومی خزانے سے موٹی موٹی تنخواہیں صرف اس مقصد کے لئے دی جاتی ہیں۔ کہ وہ انسانیت کے دامن کو غنڈوں کی دستبرد سے بچائیں۔ جب انہی کے ہاتھوں سے خدا کے گھر کا دامن تقدس تار تار ہو جائے تو انسانوں کی عزت و ناموس کو کٹھ سیر بیچ دینے کے لئے وہ کیوں تیار نہ ہوں گے جن کو خدا سے شرم نہ آئی۔ وہ انسانوں سے کیوں شرمائیں گے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

ظالمو! جواب دو خون کا حساب دو!

زاہد الراشدی

شہید حضرت مولانا شمس الدین کی یاد میں

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے

۱۔ جی چاہتا ہے کہ سید شمس الدین شہیدؒ کی یاد میں عبدۃ بن الطبیب کے یہ اشعار مستعار لے لوں جو انہوں نے حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ کے وصال پر کہے تھے۔

عَلَيْكَ سَلَامُ اللّٰهِ قَيْسَ بْنُ عَاصِمٍ
وَرَحْمَتُهُ مَا شَاءَ اَنْ يَتَرَحَّمَا

اے قیس بن عاصم تجھ پر اللہ تعالیٰ کا سلام اور اس کی رحمت ہو جب تک کہ وہ رحم فرمانا چاہے۔

تَحِيَّةَ مَنْ غَادَرْتَهُ غَرَضَ الرَّدٰى
اِذَا زَارَ شَحْطٍ بِلَادَكَ سَلَّمَا

اس شخص کا سلام جسے تو ہلاکتوں کا نشانہ بنا کر چھوڑ گیا ہے جب وہ دور سے تیرے شہروں کو دیکھتا ہے تو سلام کہتا ہے۔

فَمَا كَانَ قَيْسٌ هُلْكُهُ هُلْكُ وَاحِدٍ
وَلٰكِنَّهُ بُنْيَانُ قَوْمٍ تَهَدَّمَا

پس قیس کی موت ایک آدمی کی موت نہ تھی بلکہ وہ تو ایک قوم کی بنیاد تھی جو منہدم ہو گئی ہے۔

۲۔ سید شمس الدین شہیدؒ کو آج ہم سے جدا ہوئے ایک سال گزرنے کو ہے مگر بخدا یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ابھی ہم سے جدا نہیں ہوا۔ اس کا مسکراتا چہرہ، بے تکلفانہ شوخی اور معصوم اداؤں کا نقشہ سامنے آتا ہے تو دل یہ تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہوتا کہ وہ آج ہم میں نہیں ہے اس کی ظرافت بھری مجلس ہم کو اس دنیا میں کبھی نصیب نہ ہو گی اور اس کی جرأت و جسارت کے ایمان افروز مظاہر دیکھنے کا کبھی موقع نہیں ملے گا۔

مگر وہ تو رخصت ہو گیا اور شاد کام گیا، ہنستا کھیلتا آیا اور ہنستا کھیلتا چلا گیا۔ گویا اس کو اس دنیا کے جھمیلوں سے کوئی واسطہ نہ تھا اسے ان غموں کی کوئی پروا نہ تھی وہ تو فرض ادا کرنے آیا تھا فرض ادا کیا اور چلتا بنا جیسے کوئی شخص مالک کے سپرد کردہ کام پوری طرح سرانجام دے کر فرحت و افتخار کے جذبہ کے ساتھ مالک کے پاس واپس چلا جاتا ہے۔

۳۔ سید شمس الدین شہیدؒ کی شہادت پر ایک دوست نے کہا تھا۔ ؏

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

میں سوچ میں پڑ گیا کیا واقعی وہ ابھی کھلا نہیں تھا؟ نہیں نہیں وہ تو کھلا تھا اور ایسی شان سے کھلا تھا کہ عزیمت و استقامت کے خزاں خوردہ باغوں میں بہار آ گئی تھی۔ اور کھلنا کس کو کہتے ہیں؟ اس نے ظلم کو للکارا، آمریت سے پنجہ آزمائی کی اور کفر و الحاد کی قوت کو پچھاڑ دیا۔ کفر سے سامنا ہوا تو قادیانیت اس کے ضلع سے بوریا بستر باندھنے پر مجبور ہو گئی، آمریت سے آنکھیں چار کیں تو اس کے عہدوں کی فراوانی اور دولت کی چمک بھی اس کی آنکھوں کو نہ چندھیا سکی۔ ظلم سے ٹکر لی تو اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ بہکانے والوں کا "تقدس" ڈرانے والوں کی قوت اور پھیلانے والوں کی دولت مل کر بھی اس کے پائے استقلال میں لرزش نہ پیدا کر سکیں۔

ہاں تو وہ کھلا اور خوب کھلا اور سلطان ٹیپو شہیدؒ کے اس تاریخی قول کی زندہ مثال بن گیا:۔

"گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک لمحہ کی زندگی زیادہ قیمتی ہوتی ہے"۔

۴۔ سید شمس الدینؒ کی شہادت پر راقم الحروف نے ترجمان اسلام کے اداراتی معروضات کا اختتام ان جملوں پر کیا تھا۔ آج بھی اس گزارش کو دہرانا ضروری سمجھتا ہوں

ایک بار پھر ملاحظہ فرمایئے۔
"مولانا سید شمس الدینؒ کی شہادت اس لحاظ سے ناقابلِ فراموش المیہ ہے کہ ہم ایک جری راہنما، بے باک قائد، بے خوف عالمِ دین، بے لوث کارکن اور مخلص ساتھی سے محروم ہوگئے ہیں۔ قحط الرجال کے اس دور میں یہ معمولی نقصان نہیں۔ ہم اس نقصان کی کمیت و کیفیت کے بیان سے قاصر ہیں لیکن اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ ہمارے ایک عظیم ساتھی نے عظیم مقصد کے لیے عظیم قربانی دی ہے اور خون کا نذرانہ دے کر حق و صداقت، جرأت و ایثار، اصول و قانون اور اخلاق و کردار کے پرچم کو سربلند رکھا ہے تو یہی المیہ ہمارے لیے فخر و مسرت کا باعث بھی ہے۔ قافلہ ولی اللہی کے عظیم کردار پر مرورِ زمانہ سے پڑ جانے والی گرد کو مولانا شمس الدینؒ نے اپنے خون سے دھو دیا ہے۔ شاہ عبدالعزیزؒ، سید احمد شہیدؒ، شاہ اسمٰعیل شہیدؒ، حافظ ضامن شہیدؒ اور مولانا گلشیر شہیدؒ کے عظیم مشن کے ساتھ دورِ حاضر کا تسلسل قائم ہوگیا ہے اور دنیا نے دیکھ لیا ہے کہ زنجیروں کی جھنکار میں جھومنے والا تختۂ دار پر مسکرانے والا اور دولت و اقتدار کو جوتے کی نوک سے ٹھکرا دینے والا قافلہ زندہ ہے۔

مولانا شمس الدینؒ نے حیاتِ جاودان کی صورت میں موت قبول کر کے قافلۂ حق و صداقت کی زندگی کا ثبوت دیا ہے اور اس مردِ مومن نے یہ سبق ایک بار پھر دہرا دیا ہے کہ حق والوں کی گردن کٹ تو سکتی ہے مگر باطل کے مقابلہ میں جھک نہیں سکتی۔ لیکن اب ہمیں بھی کچھ سوچنا ہے، اس عظیم قربانی کو زندہ رکھنا ہے، مولانا شہیدؒ کی روح ہماری طرف متوجہ ہے اس کا مقدس خون ہم سے کچھ تقاضا کر رہا ہے، وہ تقاضا کیا ہے؟ شہیدؒ کی روح کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ ہم اس مشن کا تحفظ کریں جس کے لیے شہیدؒ خون کا نذرانہ دیا ہے۔ ان اکابر کا پرچم سربلند رکھیں جنہوں نے خونِ دل دے کر حق و صداقت کی شمع روشن رکھی۔ اسلامی نظام کے نفاذ، عقیدۂ ختمِ نبوّت کے تحفظ، جمہوری اقدار کی بحالی اور امن و انصاف کی فتح کے لیے سربکف ہو جائیں اور اپنے آپ کو منظم کر کے پورے وسائل کے ساتھ اسلام کے پرچم کو سربلند کر دیں اگر مولانا شمس الدینؒ کی شہادت سے ہم نے جہد و عمل اور ایثار و قربانی کا سبق حاصل کر لیا تو یہ شہیدؒ کی روح کے لیے صحیح خراجِ عقیدت اور ظلم و جبر کی قوتوں کے لیے شکست کا عنوان ہوگا اللہ تعالےٰ ہمیں شہیدؒ کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق دیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔"

۵۔ مقتولؒ کو سپردِ خاک ہوتے سال گذرنے کو ہے مگر قاتل ابھی تک قانون کی دسترس سے باہر ہے اس کا بھائی البتہ انتقامِ قدرت کا نشانہ بن گیا ہے — سننے میں آیا ہے اس کی لاش گاؤں سے باہر اس حال میں ملی کہ اس پر گولیوں کے بیس سے زیادہ نشان تھے۔

اڑتی سی اک خبر ہے کہ قاتل انعامی رقم کے بقیہ کا تقاضا کرتا ہے مگر اسے ملتی نہیں آخر وہ کیوں؟ ان کا کام تو ہوگیا، ان کے راستہ کی سب سے بڑی چٹان ہٹ گئی۔ انہیں ایک سیٹ مل گئی، ان کی سیاست کامیاب ہوگئی انہیں کیا پڑی کہ وہ اب مزید رقم ضائع کریں۔ یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ انعام کی پوری رقم نہ ملنے پر قاتل کو شہیدؒ کی یاد ستاتی ہے اور وہ قبر پہ آنسو بہانے بھی گیا مگر ؏

اب پچھتاوے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

نیا پاکستان زندہ باد
عوامی جمہوریت پائندہ باد

ٹیلیفون نمبر ۶۶۵۲۵

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۲۷

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۲۱/۱۶۴۳ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۲۴-۲۳۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۲۹/۹/۶۷-۲۰۷۶ D.D.9 مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G.M/۲۰-۱۵۲۱۰ مورخہ ۳ مارچ ۱۹۶۷ء

کیا چاہتے ہو ـــــ؟

مرسلہ: احسان احمد واصف

- آنا چاہتے ہو تو محتاج کی مدد کو آؤ
- جانا چاہتے ہو تو مقدس مقامات کی زیارت کو جاؤ
- لینا چاہتے ہو تو والدین کی دعائیں لو
- دینا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں دو
- اپنانا چاہتے ہو تو شریعت کو اپناؤ
- جھکانا چاہتے ہو تو نفس کو جھکاؤ
- بولنا چاہتے ہو تو شیریں زبان سے بولو
- توڑنا چاہتے ہو تو اپنی بات کو توڑ
- ہنسنا چاہتے ہو تو اپنی تقدیر پر ہنسو
- رونا چاہتے ہو تو اپنے اعمال پر رؤو
- جینا چاہتے ہو تو حق کے لیے جیو
- مرنا چاہتے ہو تو اہل حق کے ساتھ مرو
- بیٹھنا چاہتے ہو تو نیکوں کی صحبت میں بیٹھو
- لڑنا چاہتے ہو تو راہِ خدا میں لڑو
- پینا چاہتے ہو تو غصہ کو پی جاؤ
- سونا چاہتے ہو تو قبر کو یاد کرو
- ڈوبنا چاہتے ہو تو بھٹو کو پکڑو
- تیرنا چاہتے ہو تو مفتی محمود کے ساتھ ملو
- کھانا چاہتے ہو تو اکل حلال کھاؤ
- پہننا چاہتے ہو تو تقوے کا لباس پہنو

بولو ....!



عبیداللہ انور پبلشر نے باہتمام کیمبرج پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا